القواعد الأربع

(توحید و شرک سے متعلق چار بنیادی قواعد)

شیخ الإسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ

شرح

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

(سینئر رُکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب)

ترجمہ: طارق علی بروہی

توحیدِ خالص ڈاٹ کام
www.tawheedekhaalis.com

القواعد الأربع

(توحید وشرک سے متعلق چار بنیادی قواعد)

شیخ الإسلام **محمد بن عبدالوهاب** رحمۃ اللہ علیہ

شرح

فضيلة الشيخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

(سینئر رُکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب)

ترجمہ: طارق علی بروہی

توحیدِ خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

© حقوق محفوظ توحید خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com

نام کتاب: شرح قواعدِ اربع

مؤلف: شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ

شرح: فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

ترجمہ و ترتیب: طارق علی بروہی

صفحات: 56

ناشر: توحید خالص ڈاٹ کام

طبع اول: سن 2015ع

فہرست مضامین

عناوین	صفحہ نمبر
مختصر تعارف شیخ الاسلام، مجدد الدعوۃ، امام محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان التمیمی رحمۃ اللہ علیہ	4
شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت	5
امام صاحب کی دعوت کے خلاف بدعتیوں اور کافروں کی سازشیں	7
شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کے بارے میں پھیلائے گئے بعض شکوک وشبہات	8
مقدمہ	12
پہلا قاعدہ (مشرکین توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے)	28
دوسرا قاعدہ (مشرکین اولیاء وصالحین کو محض بطور وسیلہ پکارتے تھے)	30
تیسرا قاعدہ (مشرکین عرب صرف بتوں کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے)	35
چوتھا قاعدہ (موجودہ دور کے مشرکین کی گزشتہ دور کے مشرکین سے بھی بدتر حالت ہے)	53

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر تعارف شیخ الاسلام، مجدد الدعوۃ، امام محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان التمیمی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ نسب: محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن برید بن محمد بن مشرف بن عمر۔ سلسلۂ نسب بنو تمیم سے جاملتا ہے۔

پیدائش: 1115ھ، شہر عیینہ کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد اور دادا دونوں مشہور عالم دین تھے۔

تعلیم: 10 برس کی عمر سے پہلے ہی حفظ قرآن مجید مکمل فرمالیا تھا۔ بہت سے علمی سفر بھی کیے اس سلسلے میں آپ نجد، مکہ مکرمہ، مدینہ نبویہ بھی گئے اور وہاں کے علماء سے کسب علم فرمایا۔

اساتذہ: آپ کے مشہور مشائخ میں سے شیخ ابراہیم شمری اور ان کے بیٹے عبداللہ بن ابراہیم شمری تھے۔ اور انہی مشائخ نے آپ کو شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا جن سے آپ نے احادیث وغیرہ کا علم حاصل فرمایا۔

آپ کو مطالعہ اور تالیف وتصنیف کا بہت شوق تھا یہاں تک کہ امام ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کی بہت سی کتب اپنے ہاتھوں سے تحریر فرمائی۔

آپ نے سلفی دعوت وتوحید کا پرچار فرمایا اور آل سعود کے حکام کے ساتھ مل کر شرک وبدعات کا قلع قمع فرمایا۔

کتب: آپ کی مشہور تصانیف میں سے کتاب التوحید، اصول ثلاثہ، قواعد اربع، کشف الشبہات، مسائل الجاھلیہ، اصول السنہ، فضائل الاسلام، تفسیر سورۃ الفاتحہ اور کچھ کتب کی مختصرات بھی تحریر فرمائی جیسے مختصر الکبائر، زاد المعاد

اور سیرت وغیرہ۔ آپ کی تمام تر تصانیف کا مجموعہ جامعہ الامام محمد بن سعود، ریاض نے "مجموعۃ مؤلفات الامام محمد بن عبدالوھاب" کے نام سے شائع کیا ہے۔

وفات: آپ کی وفات سن 1206ھ میں ہوئی۔

شیخ کی سیرت ودعوت کے تعلق سے مزید تفصیلات جاننے کے لیے پڑھیں:

سیرت امام محمد بن عبدالوہاب از شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم وبدنام مصلح از حافظ مسعود عالم ندوی۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت

شیخ صالح اللحیدان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے فضل پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت سے ہی جزیرۂ عرب میں پہلی سلفی ریاست قائم ہوئی۔ کیونکہ نہ زمانۂ جاہلیت عرب میں اور نہ ہی بعدالاسلام نجد میں کوئی ایسی ریاست قائم تھی۔ خلافت راشدہ اور خلفاء کے دور میں تمام امور مدینہ نبویہ سے مرتبط تھے۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہاں کوئی وسیع استقرار نہیں تھا لیکن بس یہ تھا کہ وہ خلافت کے ماتحت تھا۔ بعدازیں اس کا معاملہ بصرہ یا پھر والئ عراق سے مربوط ہوگیا۔ اور حجاج بن یوسف کا اثر ونفوذ یمامہ اور اس کے طول وعرض میں تھا۔

مگر اس مبارک سلفی دعوت کی بدولت ایک ایسی ریاست قائم ہوئی کہ جو دعوت توحید دیتی اور لوگوں کو اخلاص عبادت کی تعلیم دیتی ہے۔ جزیرۂ عرب میں شرک منتشر تھا، قبروں سے تبرک، غیر اللہ سے طلب حاجات عام تھا۔ پھر اللہ تعالی نے نجد اور عام جزیرۂ عرب کو اس سے نجات بخشی۔

پھر یہ دعوت جزیرہ سے باہر ہند، شام، عراق اور مغرب بعید تک پھیل گئی۔ اس عرصہ میں جب کبھی کوئی حاکم معزول

ہوتا یا زوال ہوتا تو ریاست سکڑ جاتی یا ختم ہو جاتی مگر پھر بھی اس کے باوجود اس کے دار الحکومت، اہم شہروں اور دیہاتوں میں دعوت توحید کا اثر باقی رہتا۔
(شرح قواعد اربع سے ماخوذ)

شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت اور سلفی منہج کے آثار وبقایاجات نہ ہوتے تو آپ آج اس ملک (سعودی عرب) کے باشندوں کو بھی قبروں کے آگے سجدہ ریز پاتے لیکن اسی سبب سے ان کی حفاظت ہو رہی ہے، مگر اب بھی اس مسئلہ پر توجہ نہ دی گئی تو یہ (توحید کی عدم تعلیم اور اس کی شان گھٹانے کا) معاملہ بہت گھمبیر ہے اور یہ اتنا آسان و سہل مسئلہ نہیں کہ ہم اس سے خواب غفلت میں پڑے رہیں اور ایسے لوگوں کے جذبات کی مزید تسکین کا سامان کریں جو ہمارے نوجوانوں کی عقلوں کو بیکار کر چھوڑتے ہیں اور ان کی جھوٹی تعریفوں کی پل باندھے اور ان کے بارے میں خاموشی اختیار کریں (بلکہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ) ہم ان کی اس سیاسی انحراف پر تائید کرتے ہیں اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں جس کی ذریعہ یہ (منحرف لوگ) اس وطن، اس سرزمینِ توحید پر حملہ آور ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے بھائیوں، بیٹوں اور مددگاروں نے "لاالہ الا اللہ" کے معنی کی تصحیح کے لئے اپنا سب کچھ کھپا دیا، مگر جب یہ جاہلیت پر مبنی سیاست آئی تو اس تمام جدوجہد پر پانی پھیر دیا اور اس کی جگہ اسے ایک سیاسی معنی پہنایا گیا ایسے لوگوں کی طرف سے جو دعوت انبیاء علیہم السلام کو نہیں جانتے تھے، بلکہ اس کے خلاف جنگ کرتے اور اس کی قدر گھٹانے کے درپے رہتے، اور لوگوں کو اس سے پھیرنے میں سرگرم رہتے۔ کیونکہ ان سیاستدانوں کی اکثریت قبر پرستی اور دیگر خرافات کی قائل ہے، جو ایسی چیزیں بیان کرتے ہیں اکثر ان میں سے خرافات اور قبر پرستی میں مبتلا ہیں اور شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کے دشمنوں میں سے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے ایسے پرخطر مناہج وضع کئے تاکہ اس دعوت کا قلع قمع کیا جاسکے، اللہ تعالی کی قسم! انہوں نے اپنی تمام تر توجہ اس ملک کے فرزندان پر مرکوز کردی ہے، اور ایسی پالیسیاں اور چالیں چلیں ہیں کہ شاید پوری دنیا میں اس کی مثال نہ ملے۔ پس آپ دیکھیں گے کہ ہمارے ہی ملک کے بہت سے فرزندان ان فاسد دعوتوں کو پورے عالم میں متعارف کروا رہے ہیں، اور اس پر اتنا مال

سرف کررہے ہیں کہ اگروہ فی سبیل اللہ خرچ کیا جاتا تو کثیر تعداد میں بدعتیوں اور خرافات زدہ لوگوں کی حالت بدل جاتی۔

اللہ تعالی کی قسم! اگر یہ مکروفریب سے بھرپور فکری جنگ نہ ہوتی تو آپ عالم اسلام کو جو آج ذلت ورسوائی کی حالت میں مبتلا ہے ایسا نہ پاتے کیونکہ لوگوں نے امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کو پہچاننا شروع کردیا تھا۔

امام صاحب کی دعوت کے خلاف بدعتیوں اور کافروں کی سازشیں

شیخ ربیع حفظہ اللہ مزید فرماتے ہیں: محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف صوفیوں، رافضیوں اور گمراہ لوگوں نے سازشیں کیں، اسی طرح مشرقی ومغربی ممالک نے دعوتِ امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہت سازشیں کیں، اور میرے نزدیک یہ بات بھی کچھ بعید نہیں کہ جو جو اس سرزمین کے خلاف برسرپیکار ہیں ان سب کے مابین کوئی سمجھوتے ہوں کہ اس دعوت کی مخالفت کرنی ہے جیسے سیاسی سمجھوتے وغیرہ۔ برطانیہ دعوت توحید کا سب سے بڑا دشمن ہے جس نے ایک صدی سے زیادہ اس کے خلاف ہندوستان میں جنگ کی اور پاکستان میں بھی، اور ایسی جنگ کسی اور سے نہ کی جیسی اس دعوت کے خلاف جنگ کی، اسی لئے آپ دیکھتے ہوں گے کہ ان سیاسی دعوتوں کے لیڈران کو آخرکار برطانیہ کے علاوہ اور کوئی جاہ پناہ نہیں ملتی، کیونکہ وہ اس سرزمین توحید کے خلاف جنگ میں اس کی خدمت بجالاتے ہیں، اور وہ انہیں انہی سیاسی مقاصد کی خاطر پناہ دیتے ہیں جو ہمارے فرزندان کا برین واش کرتے ہیں، اور ان مجرمانہ دعوتوں کو جو دعوت توحید کی مخالفت کرتی ہیں ایسے طریقہ اور ایسے مکرودجل وضع کرکے دیتے ہیں کہ کسی طرح اس دعوت توحید کا قلع قمع کیا جاسکے۔

اللہ تعالی کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، میں نے آج سے تقریباً تیرہ یا چودہ سال قبل یمن کا دورہ کیا تھا، مجھے ان دعوت توحید کے دشمنوں کے تعلق سے یہ بات بتائی گئی کہ وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ: (ہم نے سلفی دعوت کو اس کے اپنے گھر کی دہلیز پر ہی مات دے دی ہے)، یہی حقیقت ہے کہ وہ لوگ سلفی دعوت کو اس کے اپنے گڑھ میں ہی

ختم کر دینا چاہتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے باطل طریقوں کی تنفیذ کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے ہیں۔
(التوحید اولاً سے ماخوذ)

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کے بارے میں پھیلائے گئے بعض شکوک وشبہات

کیا شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عثمانیہ پر خروج کیا تھا؟

شیخ صالح بن سعد السحیمی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ۔۔۔ یہاں میں ایک شبہے کی خطرناکی پر تنبیہ کرنا چاہوں گا جسے حزبی لوگ بارہا دہراتے رہتے ہیں وہ یہ کہ شیخ امام الشیخ محمد بن عبدالوہاب اور امام محمد بن سعود رحمہما اللہ نے بھی خلافت کے خلاف خروج کیا تھا۔ یہ ایک جھوٹا پروپیگنڈا ہے جس سے مزعوم خلافت کے داعیان چمٹے ہوئے ہیں۔ بلاشبہ تمام مسلمانوں کی یہ تمنا ہے کہ وہ دن آئے کہ جب تمام مسلمان ایک خلافت کے ماتحت ہوں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد سے یہ بات ختم ہو چکی ہے، بلکہ اموی حکومت کے بعد سے۔ البتہ جو کچھ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور امام محمد بن سعود رحمہما اللہ نے کیا وہ ایسا عمل تھا جو اس وقت ہر مسلمان پر واجب تھا کہ وہ بھی ایسا کرے، کیوں؟ کیونکہ اس وقت مسلم ممالک وعلاقے شرک ووثنیات سے اٹے پڑے تھے۔ مزعومہ دیوانِ خلافت تک اس سے سلامت نہیں تھا، جو کوئی ان علاقوں کا سفر کرتا تو وہ ان مظاہر کو دیکھتا۔ پس انہوں نے خروج نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو لوگوں کو توحید کی جانب دعوت دی، مگر جس نے ان کی بات نہ مانی تو بلاشبہ انہوں نے تلوار کے زور سے اسے اس کا پابند بنایا۔

پھر میں یہاں ایک اور نکتے کی وضاحت کروں گا: کیا اس وقت پورا عالم اسلام عموماً اور جزیرۂ عرب خصوصاً کسی حکومت کے تحت محکوم تھا بھی؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ غیر محکوم تھے، بلکہ وہاں تو قبائلی حکم چلتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑتے تھے قتل وغارت کرتے۔ حاجیوں تک کو لوٹ لیا جاتا یہاں تک کہ ان میں سے بہت قلیل ہی اپنی منزل تک پہنچ پاتے۔ دن دہاڑے ہر جگہ اور کسی بھی طریقے سے انہیں لوٹ لیا جاتا۔ یہ اس لیے تھا کیونکہ جس خلافت کی یہ لوگ بات کرتے ہیں اس سے عرب خصوصاً اور اہل جزیرہ عموماً صدیوں سے انجان تھے (یعنی نہ وہ اسے جانتے تھے نہ

مانتے تھے)۔ طویل صدیوں سے لوگ جہالت کی دلدل میں جی رہے تھے۔ یہاں تک کہ یہ امام شیخ الاسلام اور ان کے ساتھ امام محمد بن سعود ظاہر ہوئے پس اللہ تعالی نے ان کے ذریعے لوگوں کو اندھیروں میں سے نور کی طرف نکالا۔ اللہ کی قسم! اس وقت یہ جزیرہ غیر محکوم تھا الا یہ کہ وہاں بس اپنا اپنا قبائلی حکم چلا کرتا تھا۔ ہر قبیلے کے اپنے عراف(کاہن، عامل) قسم کے لوگ ہوا کرتے تھے جس کی طرف یہ اپنے فیصلے لے جایا کرتے تھے۔ طاغوتی عراف۔

میں آپ کے لیے ایک طاغوتی عراف کا ذکر کروں کہ جسے لوگ "المِلحس" کہا کرتے تھے۔ اگر آپ یہاں کسی عمر رسیدہ شخص سے دریافت کریں گے تو وہ ضرور آپ کو اس بارے میں بتادے گا۔ اور یہ المِلحس ایک شخص تھا جس کے پاس ایک جادوئی آلہ تھا اگر کسی شخص پر قتل یا چوری یا کسی بھی جرم کی تہمت لگتی تو اسے اس المِلحس کے پاس لایا جاتا، اور اس کے پاس ایک لوہے کی چیز ہوتے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اسے کسی یمنی شخص نے ہدیہ دیا تھا، اور اس شخص کا خاندان آج بھی ہماری جماعت "حربی" میں موجود ہے۔ اب تک انہیں المِلحس کا لقب دیا جاتا ہے جیسے فلاں المِلحس۔ کاش کہ وہ لوگ اس لقب کو بدل دیں کیونکہ یہ ایک طاغوتی شرکیہ وجادوئی عمل پر مبنی ہے۔ اس کے پاس ایک لوہا تھے جسے وہ آگے میں تپاتا یہاں تک کہ وہ تپ کر سرخ ہو جاتا تو وہ اسے نکالتا، مگر یہ سب اس کے بعد ہوتا کہ جب دو جھگڑنے والے فریقوں پر دیت قبول کرنے یا مدعی کو مدعی علیہ کے خلاف اپنا دعوی واپس لینے کی پیشکش پیش کی جاچکی ہوتی۔ (جب وہ راضی نہ ہوتے تو پھر) جس پر تہمت ہوتی وہ اس لوہے کو چاٹتا۔ عجیب بات ہے کہ اگر وہ شخص واقعی گنہگار ہوتا تو اس کی زبان پر ایک آبلہ نکل آتا یعنی دانے کے جیسا معمولی زخم، اور اگر وہ بے قصور ہوتا اور اس لوہے کو چاٹتا تو وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچاتا، بلاشبہ یہ جادو کی اقسام میں سے ہی ایک قسم ہے۔

لہذا قبائل کو غلبہ حاصل تھا اسی لیے ایک قبیلہ دوسرے پر دھاوا بولتا اور انہیں ان کے علاقے سے نکال باہر کرتا اور ان کی جگہ خود حاکم بن جاتا۔ پھر کوئی قبیلہ آکر اس قبیلے کو نکال باہر کرتا۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہ مزعوم خلافت اس حد تک گر چکی تھی کہ وہ یہود اور ان کے منصوبوں کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے تھی۔ انہیں تو امت اسلامیہ اور ان پر حکومت سے کوئی سروکار ہی نہیں تھا، لہذا ان کا قیام حقیقی قیام تھا ہی نہیں۔

پھر یہ بھی تھا کہ ان کے نمائندے اور فوجیں جو کہیں موجود بھی تھے تو وہ کس چیز کا دفاع کررہے تھے؟ شرک اور مشرکین کا، اور دعوت الی اللہ کے مدمقابل کھڑے تھے، انہیں جس کی وجہ سے شیخ محمد بن عبدالوہاب، امام محمد بن سعود، مملکت سعودیہ الاولی اور الثانیہ پر غیض وغصہ تھا کہ وہ انہیں ختم کردیں وہ ان کی دعوت توحید اور مظاہر شرک کی مٹانے کے سلسلے میں جو ان کی کاوشیں تھیں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالی نے یہ چاہا کہ اسے ایک نئی زندگی دے، ایک نئے وجدید روپ میں اسے ظاہر کرے جو پہلے سے بھی قوی تر ہو۔ پس حق کے بعد ضلالت وگمراہی کے سوا اور کیا بچتا ہے۔

(ماخوذ من إتحافُ الكرامِ البَرَرَة بشرحِ نَواقضِ الإسلامِ العَشَرة)

اسی قسم کا کلام شیخ ابن باز وابن عثیمین (رحمہما اللہ) سے بھی منقول ہے۔

یہ دعوی کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے امت کے لیے کچھ نہیں کیا؟

سوال: فضیلۃ الشیخ جیسا کہ آپ پر مخفی نہیں کہ توحید کی کیا اہمیت ہے اور فی زمانہ آئمہ دعوت نے اس کی خاطر جو کچھ کیا جن میں سرفہرست امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تھے لیکن بعض ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کچھ نہیں کیا اور امت کے لیے کچھ پیش نہیں کیا؟

جواب از شیخ ربیع حفظہ اللہ: جو شخص ایسی بات کرتا ہے وہ جاہل ہے جسے معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، اور نہ ہی وہ اس شخصیت کی سیرت جانتا ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ اُس وقت ریاستی امور کی باگ ڈور درحقیقت ان کے ہاتھ میں تھی اور آل سعود آپ ہی کے احکام کی تنفیذ کیا کرتے تھے۔ اس عظیم موقع یعنی آپ کی دعوت توحید کے احترام میں وہ ریاست میں انہی کے کہنے پر تصرف کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے امام، استاذ ومعلم تھے۔ اور وہ یہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ انہی کی بدولت اللہ تعالی نے انہیں گمراہی سے نجات بخشی ہے۔ وہ لوگ اعلی اخلاق اور سلیم الفطرت لوگ تھے۔ پس تمام ریاستی امور کی باگ ڈور درحقیقت انہی کے ہاتھ میں تھی کوئی حکم صادر نہیں کرتے مگر آپ کے

کہنے پر اور کوئی کام نہیں کرتے مگر آپ کے اشارے پر۔ آپ ریاست کے بڑے اور اس کے امام تھے بلاشبہ۔ لہذا یہ جاہل اس شخصیت کی تاریخ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا نہ ہی حقیقت حال اور جو آل سعود اس کے گرد ہیں انہیں جانتا ہے۔ اللہ تعالی سے ہی عافیت کا سوال ہے۔

(شیخ کی آفیشل ویب سائٹ سے فتوی)

مقدمہ

شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ، وَ صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ عَلَی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِہِ وَصَحْبِہِوَ بَعْدُ:

یہ ''القواعد الاربع'' کی شرح ہے جو کہ تالیف ہے شیخ الاسلام الامام المجدد محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی کیوں کہ میں نے اس کی کوئی شرح دیکھی نہیں تو میں نے چاہا کہ میں اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق اس کی کوئی شرح لکھوں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس بارے میں مجھ سے جو کوتاہی یا کمی ہو گئی ہو اس سے در گزر فرمائے۔ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں اللہ کریم سے جو عرش عظیم کا رب ہے دعاء کرتا ہوں کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کا ولی ہو، اور آپ کو بابرکت بنائے جہاں کہیں بھی آپ ہوں، اور آپ کو ان لوگوں میں سے کردے کہ جنہیں جب کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر ادا کرتے ہیں، اور اگر کسی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں تو صبر کرتے ہیں، اور جب گناہ کر بیٹھتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں، کیونکہ یہ تینوں صفات سعادت مندی کا عنوان ہیں[1]۔

---

[1] یہ القواعد الاربع ہے جو کہ تالیف ہے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی۔ یہ ایک مستقل رسالہ ہے لیکن اس کی حاجت کے سبب سے اور تاکہ یہ طالب علموں کے ہاتھوں میں عام ہو جائے یہ آپ کے دوسرے رسالے ''ثلاثۃ الاصول'' کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

قواعد جمع ہے قاعدہ کی اور قاعدہ کی تعریف یہ ہے: ''الاصل الذی یتفرع عنہ مسائل کثیرۃ او فروع کثیرۃ'' (ایسی اصل یا جڑ جس سے بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہوں، نکلتے ہوں یا بہت سی شاخیں نکلتی ہوں)۔

اور یہ جو القواعد الاربع ہیں ان کا مضمون جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے وہ ''معرفۃ التوحید و معرفۃ الشرك'' (توحید کی معرفت اور شرک کی معرفت) ہے۔ یعنی توحید کے تعلق سے کیا قاعدہ ہے اور شرک کے تعلق سے کیا قاعدہ ہے۔ کیوں کہ بہت سے لوگ اسی بارے میں ٹھوکر کھائے ہوئے ہیں اور انہی دونوں چیزوں کے بارے میں

غلطی پر ہیں۔ وہ توحید کے معنی کے تعلق سے غلطی پر ہیں اسی طریقے سے شرک کے معنی کے تعلق سے بھی غلطی پر ہیں۔ ہر کوئی اپنی خواہش نفس کے مطابق ان کی تفسیر کرتا ہے لیکن ہم پر کیا بات واجب ہے کہ ہم اپنے قواعد کے سلسلے میں کتاب و سنت کی جانب رجوع کریں تاکہ یہ قواعد صحیح اور سلیم ہوں جو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہوں خصوصاً ان دو عظیم باتوں کے تعلق سے جو کہ توحید اور شرک ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے یہ قواعد اپنی طرف سے بیان نہیں کیے یا اپنی فکر سے جیسا کہ بہت سے لوگ جو غلطی پر ہیں اور خبط کا شکار ہیں وہ بیان کرتے ہیں بلکہ آپ نے یہ قواعد کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور سیرت نبوی ﷺ سے اخذ کیے ہیں۔ اگر آپ نے ان قواعد کو سمجھ لیا، ان کی معرفت حاصل کر لی اور ان کا فہم حاصل کر لیا تو اس کے بعد آپ کے لیے توحید کی معرفت آسان ہو جائے گی، وہ توحید کہ جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو بھیجا اور جس کے لیے کتابیں نازل کیں اور اس شرک کو بھی آپ جان پائیں گے جس سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبردار کیا، ڈرایا اور اس کے دنیا اور آخرت میں جو خطرات اور ضرر ہیں وہ بیان فرمائے۔ اور یہ واقعی بہت اہم ترین بات ہے جس کی معرفت نماز، زکوٰۃ اور دیگر عبادات کے جو احکام ہیں یا دیگر دینی امور کی جو معرفتیں ہیں ان تمام سے زیادہ آپ کے اوپر یہ لازم اور ضروری ہے، کیوں کہ یہی سب سے پہلی بات اور اساس و بنیاد ہے۔ اور کیوں کہ جو آپ کی نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ اور جتنی بھی عبادات ہیں وہ صحیح اس وقت تک نہیں ہو سکتیں جب تک وہ صحیح عقیدے کی اساس پر قائم نہ ہوں جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے توحید خالص اپنانا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے ان قواعد الاربع یعنی چار قواعد سے پہلے مختصر سا مقدمہ لکھا ہے جو کہ ایک عظیم مقدمہ ہے اور اس میں طالب علم کے لیے دعا ہے اور اس بات پر تنبیہ ہے جو عنقریب شیخ رحمہ اللہ بیان فرمائیں گے، جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ:

میں اللہ تعالیٰ سے جو کہ عظیم ہے، اور عرش کریم کا ربّ ہے یہ دعا کرتا ہوں، آپ کے لیے سوال کرتا ہوں کہ وہ دنیا اور آخرت میں آپ کا ولی ہو اور آپ کو بابرکت بنا دے جہاں کہیں بھی آپ ہوں اور آپ کو ان لوگوں میں سے کر دے جنہیں جب کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ شکر کرتے ہیں، جب کسی آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں تو صبر کرتے ہیں ، اور جب کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں، اور یہ تین باتیں سعادت مندی کا عنوان ہیں۔

یہ عظیم مقدمہ ہے جس میں شیخ رحمہ اللہ کی جانب سے ہر اس طالب علم کے لیے دعا ہے جو عقیدے کی تعلیم حاصل کرتا

ہے، جس کے ذریعے سے وہ حق بات جاننا چاہتا ہے اور جس کے ذریعے سے وہ گمراہی اور شرک سے بچنا چاہتا ہے تو وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا ولی ہو، اور اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ دنیا اور آخرت میں کسی کا ولی بن جائے تو کوئی بھی ناپسندیدہ چیز اس کی طرف بڑھ نہیں سکتی، نہ اس کے دین میں اور نہ اس کی دنیا میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ﴾

(البقرۃ: 257)

(اللہ ولی ہے ایمان والوں کا کہ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے جب کہ جو کافر ہیں ان کے اولیاء طاغوت ہیں)

اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کا ولی بن جائے تو وہ آپ کو شرک کے، کفر کے، شکوک اور الحاد کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کے، علم نافع اور عمل صالح کے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ (محمد: 11)

(یہ اس لیے کہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایمان والوں کا مولیٰ ہے اور جو کفار ہیں ان کا کوئی مولیٰ نہیں)

اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کا ولی بن جائے اپنی رعایت، توفیق اور ہدایت کے ساتھ اس دنیا اور آخرت میں تو آپ کو ایسی سعادت مندی حاصل ہو گی کہ جس کے بعد کسی قسم کی شقاوت و بدبختی کبھی نہیں ہو سکتی۔ اگر دنیا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کا ولی ہو گا تو آپ کو ہدایت دے گا، توفیق دے گا اور منہج سلیم پر چلائے گا اور آخرت میں آپ کا ولی ہو گا تو آپ کو اس جنت میں ہمیشہ ہمیش کے لیے داخل فرمائے کہ جس میں نہ کوئی خوف ہو گا، نہ ہی مرض اور نہ ہی بدبختی، نہ بڑھاپا یا کسی قسم کی ناپسندیدہ چیز، یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ولایت ہے اپنے مومن بندے کے لیے دنیا اور آخرت میں۔

پھر آگے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو بابرکت بنائے جہاں کہیں بھی آپ ہوں۔ اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو مبارک بنائے جہاں کہیں بھی آپ ہوں تو یہ غایت درجے کی مراد ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کی عمر میں برکت

دے، آپ کے رزق، علم، عمل اور آپ کی ذریت واولاد میں، جہاں کہیں بھی آپ ہوں برکت آپ کے ساتھ ساتھ ہو، جہاں کہیں آپ متوجہ ہوں تو آپ کے ساتھ برکت ہو اور یہ بہت عظیم خیر ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فضل وکرم ہے۔

پھر آگے فرمایا کہ آپ کو ان لوگوں میں سے کردے کہ جنہیں جب کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ شکر کرتے ہیں برخلاف ان لوگوں کے جب انہیں کوئی نعمت ملتی ہے تو کفران نعمت کرتے ہیں اور ناشکری کرتے ہیں کیوں کہ بہت سے لوگ جب انہیں نعمت ملتی ہے تو وہ کفران نعمت کرتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں، اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ یعنی اس کی نافرمانی میں خرچ کرتے ہیں تو وہ ان کی بدبختی کا سبب بن جاتا ہے، جب کہ جو شکر گزاری کرتے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے بدلے میں انہیں مزید عطا فرماتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراہیم: 7)

(اور جب تمہارے ربّ نے یہ اعلان فرمادیا کہ اگر تم شکر گزاری کروگے تو میں تمہیں مزید دوں گا)

یعنی اللہ جل وعلا جو شاکرین ہیں جو شکر گزار ہیں انہیں اپنے فضل واحسان سے مزید دیتا ہے اگر آپ نعمتوں میں بڑھوتری چاہتے ہیں اور مزید نعمتیں چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اگر آپ زوالِ نعمت چاہتے ہیں تو پھر آپ ناشکری کریں۔

آگے چل کر شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اور جب وہ کسی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں تو صبر کرتے ہیں۔ اللہ تعالی بندوں کو آزماتا ہے مصائب سے، ناپسندیدہ باتوں سے اور دشمنوں سے جو کہ کفار اور منافقین میں سے ہیں، چنانچہ صبر کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عدم مایوسی اور عدم ناامیدی کی ضرورت ہے۔ اور اپنے دین پر ثابت قدم رہ کر فتنوں کے وقت متزلزل ہونا یا ان کے آگے ہتھیار نہیں ڈالنے چاہئیں بلکہ اپنے دین پر ثابت قدمی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور اس دین کی راہ میں جو تکالیف یا تھکان کا سامنا ہو اس پر صبر کریں خندہ پیشانی کے ساتھ، برخلاف ان لوگوں کے جب وہ کسی آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں تو جزع فزع کرتے ہیں، غصہ دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ اس صورت میں ان پر آزمائش در آزمائش اور مصائب در مصائب پر اضافہ ہوجاتا ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’وَإِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا ، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ‘‘(صحیح ترمذی 2396، صحیح ابن ماجہ 3272)۔

(بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے انہیں آزماتا ہے تو جو اس سے راضی رہتا ہے تو اس کے لیے اللہ کی رضا ہے اور جو ناراض ہوتا ہے تو اس کے لیے ناراضی ہے)۔

اسی طرح فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش تو انبیاء کرام علیہم السلام پر آئی چنانچہ فرمایا کہ:

’’أَعْظَمَ النَّاسِ بَلاءً: الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ‘‘(صحیح ترمذی 2398، صحیح ابن ماجہ 3265)۔

(لوگوں میں سب سے کڑی آزمائش تو انبیاء علیہم السلام پر آئی پھر جو اُن کے جیسے تھے، پھر جو اُن کے جیسے تھے)۔

اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم السلام آزمائے گئے، صدیقین آزمائے گئے، شہداء اور اللہ تعالیٰ کے نیک مومن بندے آزمائے گئے تو انہوں نے صبر کیا جب کہ ان کے برعکس جو منافق ہیں ان کے تعلق سے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾(الحج: 11)

(لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے ’’حَرْف‘‘ پر یعنی ’’طرف‘‘(ایک کنارے) پر بیٹھ کر (وہ اس طرح کہ) اگر اسے کوئی خیر پہنچتی ہے تو وہ مطمئن ہوتا ہے، جب کسی آزمائش میں یا فتنے میں مبتلا ہوتا ہے تو اُلٹے منہ پھر جاتا ہے، اس نے دنیا اور آخرت کا خسارا اٹھایا، اور یہ ہی کھلم کھلا خسارا ہے)

چنانچہ یہ دنیا ہمیشہ نعمتوں، آسائشوں اور لذتوں اور سرور اور نصرت سے بھری ہوئی نہیں ہے، ہمیشہ اس طریقے سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ دنوں کو اُلٹ پھیر کرتا ہے اور بدلتا رہتا ہے اپنے بندوں کے درمیان۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھیں جو کہ اس اُمت میں سب سے افضل ہیں، ان کے ساتھ کس کس قسم کی آزمائشیں اور امتحان درپیش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران:140)

(یہ ایام ہیں، دن ہیں، جنہیں ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں)

چنانچہ ایک بندے کا نفس یہ سن کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ اگر وہ مبتلائے آزمائش ہوا ہے تو یہ اس کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء تھے، اس کے دوست تھے وہ آزمائے گئے، تو اس کا نفس مطمئن رہتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے، ساتھ ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آسانی کا منتظر رہتا ہے ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (اور انجام کار تو بے شک متقیوں کے لیے ہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں)۔

آگے شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزرد ہو جائے تو وہ استغفار کرتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بخشش طلب کرتے ہیں جب کہ اس کے برعکس جس سے گناہ ہو جائے وہ استغفار نہیں کرتا اور گناہوں میں مزید آگے بڑھتا چلا جاتا ہے تو یہ شخص شقی ہے یعنی بدبخت ہے، العیاذ باللہ، لیکن جو مومن بندہ ہوتا ہے جب کبھی بھی اس سے کوئی گناہ سرزرد ہو جاتا ہے تو وہ توبہ کی جانب لپکتا ہے اور جلدی کرتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (آل عمران:135)

(اور جن سے جب کوئی فحاشی سرزرد ہو جاتی ہے یا اپنے نفس پر (گناہ کے ذریعے) ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں یاد آجاتا ہے پس وہ اپنے گناہ کی معافی طلب کرتے ہیں، اور حقیقت بھی یہ ہی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے، اور جو کچھ انہوں نے کر لیا ہے اس پر وہ مصر نہیں رہتے اڑے نہیں رہتے اور وہ علم رکھتے ہیں جانتے ہیں)

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ (النساء:17)

(توبہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان ہی کی ہے کہ جو گناہ یا غلط کام جہالت میں کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ

اللہ تعالی آپ کو اپنی اطاعت کی جانب رشد وہدایت سے نوازے، یہ جان لو کہ حنیفیت ملت ابراہیمی کا نام ہے (اور وہ یہ ہے) کہ آپ اکیلے اللہ تعالی کی عبادت کریں دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے، اور اسی بات کا اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو حکم دیا ہے اور اسی کی خاطر انہیں پیدا فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں)

اور اس آیت میں جو جہالت کا لفظ ہے کہ ﴿بِجَهَالَةٍ﴾ (جہالت میں وہ گناہ کر بیٹھتے ہیں) اس کا معنی عدم علم نہیں ہے کیوں کہ جاہل جو لاعلمی میں کچھ کرلے تو اس کا مواخذہ نہیں ہے دین میں، لیکن یہاں جہالت جو ہے وہ حلم کی بردباری کی ضد ہے۔ لہذا ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ جاہل ہے اس معنی کے اعتبار سے کہ وہ ناقص الحلم ہے یعنی حلم اور بردباری نہیں ہے اس میں، اور اپنی عقل میں اور انسانیت میں ناقص ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عالم ہو لیکن وہ دوسرے زاویئے سے جاہل ہوگا اس زاویئے سے کہ اس کے پاس حلم و بردباری نہیں ہے اور اپنے امور کے تعلق سے ثابت قدمی نہیں ہے۔ تو فرمایا ﴿ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ﴾ یعنی جب کبھی بھی ان سے گناہ ہو جائے تو وہ استغفار کرتے ہیں اس میں جلدی کرتے ہیں، کوئی بھی شخص گناہوں سے بچا ہوا اور معصوم نہیں ہے لیکن الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے توبہ کا باب اس کا دروازہ وہ کھلا رکھا ہے چنانچہ ایک بندے کو چاہیے کہ جب کبھی اس سے کوئی گناہ سرزرد ہو جائے تو وہ توبہ کرنے میں جلدی کرے، لیکن اگر وہ توبہ نہیں کرتا، استغفار نہیں کرتا تو یہ اس کی بدبختی کی علامت ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ رحمت سے ہی ناامید ہو جائے اور اس کے پاس شیطان آئے اور اسے کہے کہ تمہارے لیے توبہ ہے ہی نہیں۔

آگے شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تین باتیں، کون سی تین باتیں؟ کہ جب نعمت ملے تو اس پر شکر کرنا، اور جب آزمائش میں مبتلا ہوں اس پر صبر کرنا، اور جب کوئی گناہ ہو جائے تو اس پر استغفار کرنا، یہ تینوں سعادت مندی کا عنوان ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ان کی توفیق دے تو وہ سعادت کو پاتا ہے اور جسے ان سے یا ان میں سے بعض سے محروم کر دیا جائے تو وہ شقی ہے یعنی بدبخت ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:56)

(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے)[1]

---

[1]اس کی شرح میں شیخ صالح بن الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اعْلَمْ أَرْشَدَكَ اللهُ'' یہ جان لیں اللہ تعالی آپ کو رشد و ہدایت دے، یہ بھی شیخ رحمہ اللہ کی جانب سے دعائیہ کلمات ہیں اور ہر معلم کے لیے یہ ہی لائق ہے کہ وہ جسے تعلیم دے رہا ہے اس کے لیے دعا کرے۔ اور اللہ تعالی کی اطاعت کا معنی ہے: ''امتثال أوامره واجتناب نواهيه'' (اللہ تعالی کے اُوامر کو بجالانا اور اس کے نواہی سے اجتناب کرنا) اور فرماتے ہیں کہ جو حنیفیت ہے وہ ملت ابراہیمی ہے، اللہ جل وعلا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی اتباع و پیروی کا حکم دیا ہے۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (النحل:123)

(پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ پیروی کیجئے ملت ابراہیمی کی جو کہ حنیف تھے اور آپ مشرکوں میں سے نہیں تھے)

اور ''الحنيفيّة'' کا مطلب ہے: ''ملة الحنيف وهو إبراهيم ـ عليه الصلاة والسلام ـ'' (ملت حنیف جو کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ہیں) اور حنیف کا معنی ہوتا ہے: ''المقبِل على الله المعرِض عمّا سواه'' (اللہ تعالی کے سوا ہر ایک سے منہ پھیر کر صرف اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو)۔ یہ حنیف ہوتا ہے یعنی اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونے والا اپنی ہر چیز کے ذریعے اپنے دل کے ذریعے، اپنے اعمال کے ذریعے، اپنی نیت کے اور اپنے مقاصد کے ذریعے، یہ تمام کی تمام چیزیں اللہ تعالی کی طرف ہوں مکمل طور پر متوجہ اور جو اس کے سوا ہیں ان سے اعراض کرتے ہوئے، ان سے منہ پھیر کر صرف اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو۔ اللہ تعالی نے جس طرح اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا اسی طرح ہمیں بھی ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ﴾ (الحج:78)

(اللہ تعالی نے تمہارے لیے دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی جو کہ ملت ہے تمہارے باپ ابراہیم کی)

اور ملت ابراہیم جو ہے وہ یہ ہے کہ ''أَنْ تَعْبُدَ اللهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّيْنَ'' (تم اللہ تعالی کی عبادت کرو دین کو اس کے

لیے خالص کرتے ہوئے)۔یہ ہے حنیفیت کی حقیقت۔یہ نہیں فرمایا کہ ''أَنْ تَعْبُدَ اللهَ''کہ اللہ کی عبادت کرو بس بلکہ ساتھ میں یہ بھی ضروری ہے ''مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ''دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے یعنی شرک سے بچتے ہوئے کیوں کہ عبادت میں اگر شرک کی آمیزش ہو جائے تو وہ باطل ہو جاتی ہے۔عبادت اس وقت تک عبادت نہیں کہلائی جاسکتی صحیح معنوں میں جب تک وہ شرک اکبر اور اصغر سے بچی ہوئی نہ ہو۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ حکم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾(البینۃ:5)

(انہیں تو حکم نہیں دیا گیا تھا مگر صرف اسی بات کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے حنفاء بن کر)

اور ''حنفاء''حنیف کی جمع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو کر اور اس عبادت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾(الذاریات:56)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے)

اور ﴿يَعْبُدُوْنِ﴾ کا معنی ہے ''يُفْرِدُونِي بالعبادة''(مجھے یہ عبادت میں اکیلا تسلیم کریں)۔پس مخلوق کی تخلیق کی جو حکمت ہے وہ یہ ہی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کریں دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔چنانچہ اس حکمت کے اوپر بعض عمل کرتے ہیں اور بعض اس پر عمل نہیں کرتے لیکن ان کی تخلیق کی حکمت یہ ہی ہے اگرچہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے۔پس جو کوئی بھی غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ اس حکمت کی مخالفت کرتا ہے جس کے لیے مخلوق کو پیدا کیا گیا اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے امر اور اس کی شریعت دونوں کی مخالفت کرتا ہے۔

اور سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کون ہیں؟ وہ ابوالانبیاء ہیں کہ جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے بعد آئے آپ ان کے باپ ہیں ،وہ تمام کے تمام آپ کی ذریّت اور اولاد میں سے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾(العنکبوت:27)

(ہم نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریّت اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھا)

چنانچہ تمام کے تمام انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل میں سے تھے اور ''اسرائیل'' لقب ہے سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو کہ پوتے تھے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوائے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذریّتِ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے تھے یعنی بنی اسماعیل (سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد) میں سے جو کہ دوسرے بیٹے تھے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے آپ ہی کی اولاد میں سے تھے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آپ کی تکریم اور عزت افزائی تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو لوگوں کے لیے امام بنایا یعنی قدوہ، ایک نمونہ بنایا جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾(البقرۃ:124)

(بے شک میں آپ کو لوگوں کا امام بناتا ہوں یعنی قدوہ اور نمونہ جس کی پیروی کی جائے)

اور فرمایا:

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً﴾(النحل:120)

(بے شک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک امّت تھے)

﴿اُمَّةً﴾(امت) یعنی ''إماما يُقتدى به'' (ایسے امام تھے جن کی اقتداء اور پیروی کی جاتی ہے)۔ اور اسی کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:56)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر صرف اسی لیے کہ وہ میری عبادت کریں)

چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا جس طرح آپ کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دی۔ ہر نبی کی یہ ہی دعوت تھی لوگوں کو کہ وہ ایک اللہ کی عبادت

جب آپ نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالی نے آپ کو محض اپنی عبادت کی خاطر ہی پیدا فرمایا ہے[1]۔ تو یہ بھی جان لو کہ

کریں اور اس کے علاوہ دیگر ہر چیز کی عبات کو چھوڑ دیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾(النحل:36)

(بلاشبہ تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے اجتناب کرو اس کی عبادت سے جس کی بھی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے)

البتہ جو شریعتیں تھیں تفصیلی طور پر جو اوامر اور نواحی تھے اور جو حلال و حرام کے احکام تھے یہ مختلف امتوں کے اعتبار سے حسب حاجت بدلتے رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کسی چیز کو شریعت بنا کر نازل کیا پھر اسے دوسری شریعت کے ساتھ منسوخ کر دیا اور یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آخری شریعت، شریعت اسلام آگئی اور اس نے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور یہ ہی تا قیامت قائم رہے گی۔ لیکن جو انبیاء کرام علیہم السلام کے دین کی اصل تھی بنیاد تھی وہ توحید تھی وہ نہ منسوخ ہوئی اور نہ کبھی منسوخ ہو سکتی ہے۔ ان تمام کا دین واحد (ایک) تھا اور وہ دین اسلام تھا اس معنی کے اعتبار سے کہ ''الإخلاص لله بالتوحید'' (اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اپنانا توحید کے ذریعے) جب کہ جو شریعتیں تھیں یعنی تفصیلی احکام وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتے ہیں اور تھے، اور منسوخ بھی کیے گئے لیکن توحید اور عقیدہ جو ہے وہ سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر آخری نبی تک ایک ہی رہا، ہر کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توحید کی طرف، اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی اطاعت ہے ہر وقت میں جو شریعت اللہ تعالیٰ نازل کرتا ہے اس شریعت کے مطابق اس کی اطاعت کرنا اس کی عبادت ہے، اور اگر وہ منسوخ ہو جائے تو پھر عمل ناسخ (یعنی جس نے اسے منسوخ کیا ہے) پر کیا جائے گا اور وہ عبادت کہلائے گا چنانچہ جو منسوخ ہو چکی یا پرانی شریعت ہے اس پر عمل کیا جانا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت نہیں کہلائے گا۔

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: جب آپ نے یہ جان لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے یعنی آپ نے اس آیت سے یہ بات بخوبی جان لی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾(الذاريات:56)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے)

اور آپ انسانوں میں سے ہیں تو آپ اس آیت کے اندر داخل ہیں اور آپ نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبث اور بے کار پیدا نہیں کیا، اور اس لیے پیدا نہیں کیا کہ آپ کھائیں پئیں فقط اور زندگی گزاریں اس دنیا کی، اور موج مستی کریں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ اس نے آپ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اور ان چیزوں کو یہ جتنی بھی موجودات ہیں آپ کے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ آپ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مدد حاصل کریں، کیوں کہ آپ ان کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتے اور ان اشیاء کے بغیر عبادت پر بھی گامزن نہیں رہ سکتے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس لیے نہیں کہ آپ موج مستی کریں، تفریح کریں اور فسق وفجور کریں، کھائیں پئیں اور اپنی شہوتیں پوری کریں بس، یہ تو جانوروں اور چوپایوں کا کام ہے جب کہ انسان کو اللہ عزوجل نے ایک عظیم غایت، عظیم مقصد کے لیے اور عظیم حکمت کے تحت پیدا فرمایا ہے اور وہ اس کی عبادت ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾(الذاريات:56)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے)

اسی آیت کے آگے فرمایا:

﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ﴾

(میں ان سے کسی رزق کا طالب نہیں ہوں)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لیے پیدا نہیں کہ آپ اسے کما کر کھلائیں آپ کوئی پیشہ اختیار کریں اور اس کے لیے مال جمع کریں جس طرح بنی آدم آپس میں ایک دوسرے کے کام کرتے ہیں، ان کے تحت ملازمین ہوتے ہیں جو انہیں کما کر دیتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے، بے نیاز ہے پورے جہان سے پورے عالم سے، اسی لیے فرمایا:

عبادت حقیقی معنوں میں عبادت کہلا ہی نہیں سکتی جب تک اس میں توحید نہ ہو، بالکل اسی طرح جیسے نماز صحیح طور پر نماز کہلا ہی نہیں سکتی جب تک کہ طہارت حاصل نہ کی جائے[1]۔ پس جب عبادت میں شرک داخل ہو جائے تو وہ

﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾

(میں ان سے کسی رزق کا طالب نہیں ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ یہ مجھے کھلائیں)

چنانچہ اللہ جل وعلا ان کو کھلاتا ہے نہ کہ اسے کھلایا جاتا ہے، وہ تو غنی ہے اور بے نیاز ہے کھانے پینے سے۔ لہذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے غنی ہے، بے نیاز ہے وہ آپ کی عبادت تک کا محتاج نہیں ہے۔ اگر آپ کفر کریں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ملک میں اس کی بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی لیکن آپ خود محتاج ہیں اس بات کے، آپ خود عبادت کے محتاج ہیں کہ آپ عبادت کریں۔ اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ رحمت دیکھئے کہ آپ کو عبادت کا حکم دیا کہ آپ اس کی عبادت کریں آپ کی اپنی مصلحت کے لیے کیوں کہ اگر آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کا اکرام کریں گے جزا کے ذریعے، ثواب کے ذریعے، چنانچہ عبادت سبب ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے اس دنیا میں اور آخرت میں عزت افزائی ملنے کا، تو پھر آخر کار آپ دیکھیں کہ اس عبادت کا فائدہ کس کو لوٹ کر گیا؟ اس عبادت سے مستفید تو خود عابد (جو عبادت کرنے والا ہے) ہوا جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو تمام مخلوقات سے غنی اور بے نیاز ہے۔

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: جب آپ نے یہ جان لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو عبادت اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتی کہ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جب تک اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی کم ہو گی تو آپ کی عبادت باطل ہو گی:

1- پہلی شرط یہ ہے کہ وہ خالصتاً لوجہ اللہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو، اس کے دیدار کی چاہت میں ہو جس میں شرک نہ ہو، شرک کی بالکل بھی آمیزش نہ ہو اگر اس میں شرک کی ملاوٹ ہو گئی تو وہ ایسے ہے جس طرح طہارت (وضوء وغیرہ) میں حدث (یعنی جتنے بھی نواقص وضو ہیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے ہوا خارج ہونا) کی آمیزش ہو جائے تو اس کی طہارت ختم ہو جاتی ہے، باطل ہو جاتی ہے۔ اسی طریقے سے اگر آپ اللہ کی عبادت کریں اور پھر

اس کے ساتھ کسی کو شریک بھی کریں تو آپ کی عبادت باطل ہو جائے گی۔ یہ پہلی شرط ہے۔

2-دوسری شرط متابعت رسول ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق کی گئی ہو۔ تو ہر وہ عبادت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کی، آپ اسے کریں گے تو وہ باطل ہے اور مرفوض ہے یعنی مردود ہے، ناقابل قبول ہے کیوں کہ یہ بدعت اور خرافت کہلائے گی عبادت نہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“(البخاري، الصلح 2550، مسلم، الأقضية 1718)۔

(جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر حکم نہیں ہے تو وہ رد ہے، ناقابل قبول ہے)۔

دوسری روایت میں فرمایا:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“(صحیح بخاری 2697، صحیح مسلم 1720)۔

(جس نے کوئی ایسا کام ایجاد کیا ہمارے اس امر میں اس دین میں جو اس میں نہیں تو وہ رد ہے، مردود ہے، ناقابل قبول ہے)۔

تو لازم ہے کہ عبادت موافق ہو اس چیز کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ لوگوں کے استحسانات یعنی لوگ کسی چیز کو اچھا تصور کریں یا ان کی نیتیں اور مقاصد، ان کا خیال نہیں کیا جائے گا جب تک شریعت سے اس کی دلیل ثابت نہ ہو تو یہ بدعت کہلائے گی، اور یہ اپنے کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی بلکہ اس کو نقصان پہنچائے گی کیوں کہ یہ معصیت اور نافرمانی کہلائے گی، اگرچہ وہ یہ زعم اور گمان کرتا ہے کہ اس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو لازم ہے کہ عبادت کے اندر یہ دو شرطیں پائی جائیں۔ پہلی چیز اخلاص ہو اللہ تعالیٰ کے لیے اور دوسری اتباع ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، تب جا کر عبادت صحیح ہوتی ہے اور اپنے کرنے والے کو نفع پہنچاتی ہے۔ اگر اس میں شرک داخل ہو جائے تو وہ باطل ہو جاتی ہے، اسی طریقے سے اگر اس میں بدعت داخل ہو جائے جس پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی وہ باطل ہو جاتی ہے۔ ان دونوں شرائط کے بغیر عبادت کا فائدہ نہیں کیوں کہ وہ عبادت جو ہے اس چیز کے برخلاف ہو گی جو اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دی ہے، اور اللہ تعالیٰ نہیں قبول کرتا کسی چیز کو مگر صرف وہی جو اس نے اپنی کتاب میں یا جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی مشروع قرار دی ہو یعنی شریعت بنا کر نازل کی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائی ہو۔ مخلوق میں سے کوئی بھی ایسی ہستی نہیں ہے کہ جس کی اتباع کرنا اور پیروی کرنا واجب ہو

فاسد ہو جاتی ہے، جیسا کہ طہارت کے بعد حدث لاحق ہو جائے تو طہارت زائل ہو جاتی ہے۔ جب آپ نے یہ اچھی طرح سے جان لیا کہ جب عبادت میں شرک کی آمیزش ہو جائے تو وہ اسے فاسد کر دیتا ہے، عمل کو رائیگاں کر دیتا ہے اور اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیش کے لئے واصل جہنم ہو جاتا ہے، تو پھر آپ کو یہ بھی بخوبی علم ہو چکا ہو گا کہ سب سے اہم چیز جو آپ پر واجب ہے وہ کیا ہے: وہ اس (شرک) کی معرفت ہے، تاکہ اللہ تعالی آپ کو اس شرک باللہ کے جال سے نجات عطاء فرمائے جس کے بارے میں اللہ رحیم و کریم کا ارشاد ہے کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾(النساء:48)

(اللہ تعالی ہر گز بھی اس بات کو نہیں معاف فرمائیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، البتہ اس کے سوا جو

سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔ جبکہ آپ ﷺ کے سوا جتنے بھی ہیں ان کی اتباع یا پیروی تب کی جائے گی جب وہ خود رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں کوئی حکم دیں۔ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے بر خلاف کوئی کام کریں یا کوئی حکم دیں تو ان کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾(النساء:59)

(اطاعت کرو اللہ تعالی کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور اپنے اولی الامر کی)

اور اولی الامر کون ہیں؟ "الامراء والعلماء" (آپ کے حکمران اور علماء کرام) وہ اولی الامر ہیں۔ چنانچہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اندر ان کی اطاعت کی جائے گی اور ان کی اتباع اور پیروی کی جائے گی لیکن اگر وہ مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالی کے حکم کی تو ان کی اطاعت اور فرماں برداری کرنا اور اتباع کرنا جائز نہیں ہے اس چیز میں جس چیز میں وہ اللہ تعالی کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، کیوں کہ کوئی بھی ایسی ہستی نہیں ہے کہ جس کی مستقل طور پر اطاعت کی جائے مخلوق میں سے سوائے رسول اللہ ﷺ کے، جب کہ جو آپ ﷺ کے علاوہ ہیں ان کی اتباع اور پیروی اسی صورت میں کی جائے گی جب وہ خود رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں اور آپ ﷺ کی اتباع میں ہوں۔ تو یہ ہے صحیح عبادت۔

گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہیں گے معاف فرمادیں گے)

(اور اس شرک سے نجات) ان چار قواعد کا علم حاصل کر کے ہو سکتی ہے جو اللہ رب العزت نے اپنی کتاب کریم میں بیان فرمائے[1]۔

---

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب آپ توحید کو جانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی عبادت میں اکیلا جانناتو آپ پر یہ بھی واجب ہوتا ہے کہ آپ یہ جانیں کہ شرک آخر ہے کیا؟ کیوں کہ جو شخص کسی چیز کو نہیں جانتا تو عین ممکن ہے کہ وہ اس میں واقع ہو جائے، تو لازم ہے کہ آپ جانیں شرک کی انواع واقسام تاکہ آپ ان سے بچ سکیں کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شرک سے خبر دار کیا ہے اور ڈرایا ہے کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ﴾ (النساء: 48)

(بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کی ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے سوایا اس کے علاوہ اور اس سے کم تر جتنے گناہ ہیں جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے)

چنانچہ شرک کی یہ خطرناکی ہے، اور جو مشرک ہوتا ہے اس پر جنت بھی حرام ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ (المائدۃ: 72)

(بلاشبہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے)

وہ مغفرت سے بھی محروم ہے۔ فرمایا کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ اسی طرح جنت سے بھی محروم ہے۔

لہذا یہ عظیم خطرہ ہے اور آپ پر واجب ہے کہ آپ دیگر تمام خطرات سے پہلے اس خطرے کو جانیں، کیوں کہ شرک ایسی چیز ہے کہ جس میں لوگوں کے افہام اور ان کی عقلیں گمراہ ہوئی ہیں۔ اور ہمیں چاہیے کہ ہم کتاب وسنت سے جانیں کہ شرک کیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں کسی چیز سے ڈرایا نہیں مگر یہ کہ اس کو واضح طور پر بیان کر دیا۔ اسی طریقے سے ہمیں کسی چیز کا حکم نہیں دیا مگر یہ کہ اسے لوگوں کے لیے کھول کر واضح طور پر بیان کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شرک کو جو حرام کیا ہے تو ایسا نہیں کہ اس کو مجمل چھوڑ دیا ہے بلکہ اسے قرآن عظیم میں اور سنت نبوی ﷺ میں بہت کھول کر اور واضح طور پر ایسا کافی وشافی بیان کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں کہ ہم جان لیں کہ شرک

پہلا قاعدہ

(مشرکین توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے)

(پہلا قاعدہ یہ ہے کہ) آپ جانیں کہ وہ کفار جن سے رسول اللہ (ﷺ) نے قتال فرمایا اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالی ہی خالق، رازق اور مدبر ہے، لیکن محض اس اقرار نے انہیں اسلام میں داخل نہ کیا، جس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾(یونس:31)

((اے نبی (ﷺ)) آپ فرمادیجئے کہ (اے مشرکو) تمہیں کون آسمان وزمین سے رزق مہیا کرتا ہے، یا جو تمہاری قوت سماعت وبصارت کا مالک ہے، اور جو مردے سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردے کو نکالتا ہے، اور جو تمام کاموں کی تدبیر فرماتا ہے، تو وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ (یہ سب کام تو) اللہ تعالی کرتا ہے، پھر آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم پھر (اس سے) ڈرتے کیوں نہیں (اور اس کے ساتھ شرک کرتے ہو))[1]

کیا ہے تو ہمیں اس کے لیے ضرورت ہے کتاب وسنت کی جانب رجوع کرنے کی، تاکہ ہم جان سکیں کہ شرک ہے کیا نہ کہ ہم رجوع کریں فلاں اور فلاں کے قول کی طرف اور عنقریب ہم اس کی ان شاء اللہ تفصیل بیان کریں گے۔

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

پہلا قاعدہ یہ ہے کہ آپ جانیں کہ بے شک وہ کفار جن سے رسول اللہ ﷺ نے قتال کیا وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے یعنی توحید ربوبیت کا۔ توحید ربوبیت کے اقرار کے باوجود اس چیز نے انہیں اسلام میں داخل نہیں کیا اور نہ ہی اس کی وجہ سے ان کی جان اور مال حرام ہوئے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ توحید محض ربوبیت کا اقرار نہیں ہے اور شرک، محض ربوبیت میں شرک نہیں بلکہ لوگوں میں سے، مخلوق میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ربوبیت میں شرک کرتا ہو سوائے شاذ ونادر کچھ لوگوں کے ورنہ تو تمام امتیں توحید ربوبیت کا اقرار کرتی آئی ہیں اور توحید ربوبیت کے معنی

ہیں اقرار کرنا اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، رازق ہے، محی وممیت ہے یعنی زندگی اور موت کا ملک ہے اور مدبّر ہے یا پھر اس سے بھی مختصر عبارت میں یوں کہہ لیجیے کہ: ''توحيد الربوبية هو افراد الله تعالىٰ بأفعاله سبحانه و تعالیٰ''(توحید ربوبیت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اس کے افعال میں اکیلا تسلیم کیا جائے)۔ مخلوق میں سے کبھی بھی کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ کوئی دوسری ہستی بھی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ پیدا کرتی ہے یا رزق دیتی ہے یا زندگی اور موت دیتی ہے بلکہ یہ مشرکین اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بے شک خالق ہے، رازق ہے، زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور مدبّر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (لقمان:25، الزمر:38)

(اگر آپ ان سے پوچھ لیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے)

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ﴾

(المؤمنون:86-87)

(آپ کہیے ان سے کہ ساتوں آسمان کا اور عرش عظیم کا ربّ کون ہے اگر تم جانتے ہو؟ فوراً کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کے لیے ہے)

تو آپ سورۂ مؤمنون کی جو آخری کچھ آیات ہیں ان کو پڑھ دیکھیے تو آپ یہ پائیں گے کہ جو مشرکین تھے وہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے اسی طریقے سے سورۂ یونس میں فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ﴾ (یونس:31)

(آپ ان سے پوچھیے تو سہی کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے یا کون تمہاری سماعت اور بصارت کا مالک ہے، اور کون ہے جو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو، اور کون تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے، پس

دوسرا قاعدہ

عنقریب یہ جواب دیں گے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ)

چنانچہ وہ اس بات کا اقرار کیا کرتے تھے۔ لہذا توحید محض توحید ربوبیت کا اقرار نہیں جس طریقے سے علمائے کلام یاان کے جو عقائد کے بارے میں کلام کرنے والے اور مناظر بات کرتے ہیں۔ توحید محض توحید ربوبیت کا نام نہیں کیوں کہ انہوں نے یہ ہی بات مقرر کی ہوئی ہے توحید کے تعلق سے کہ توحید یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، رازق ہے، محی وممیت ہے، اسی لیے ان کے ہاں یہ تعریف مقرر ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید کے تعلق سے کہ: ''واحد في ذاته لا قسيم له، واحد في صفاته لا شبيه له، واحدٌ في أفعاله لا شريك له'' (اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے جس کی تقسیم نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں واحد ہے جس کی کوئی شبیہ نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں بھی اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں)۔

اور یہ ہی تو توحید ربوبیت ہے اگر آپ ان کی کتابوں میں سے علمائے کلام جو ہیں ان کی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب کی طرف رجوع کریں اور دیکھ لیں تو آپ انہیں پائیں گے کہ وہ توحید ربوبیت سے ہی باہر نہیں نکلتے حالانکہ یہ وہ توحید نہیں جس کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا تھا اور محض اس کا اقرار اپنے اقرار کرنے والے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیوں کہ اس کا اقرار تو مشرکین اور جو کافروں کے سردار تھے وہ بھی کیا کرتے تھے لیکن اس چیز نے اور اس اقرار نے انہیں کفر سے باہر نہیں نکالا اور انہیں اسلام میں داخل نہیں کیا۔ تو یہ بہت عظیم غلطی ہے جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے یعنی توحید ربوبیت کا تو اس کا اعتقاد ابو جہل اور ابو لہب سے کچھ بڑھ کر نہیں ہے اور جس چیز پر آج بہت سے دانشور قسم کے لوگ ہیں وہ یہ ہی توحید ربوبیت کا اقرار ہے فقط اور وہ توحید الوہیت جو ہے اس کا کوئی اہتمام نہیں کرتے اور یہ توحید کے جو معنی ہیں جو مسمّٰی ہے توحید کا اس کی تعریف کے تعلق سے عظیم غلطی ہے۔

جب کہ جو شرک ہے اس کے تعلق سے یہ لوگ کہتے ہیں ''هو أن تعتقد أنّ أحدًا يخلُق مع الله أو يرزق مع الله'' (وہ یہ ہے کہ تم یہ عقیدہ رکھو کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کرتا ہے یا رزق دیتا ہے) حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو کہ ابو جہل یا ابو لہب تک نے نہیں کہی تھی، انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی پیدا کرتا ہے یا رزق دیتا ہے بلکہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، رازق ہے، زندگی موت کا مالک ہے۔

(مشرکین اولیاء وصالحین کو محض بطور وسیلہ پکارتے تھے)

(دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ)وہ(مشرکین عرب) کہا کرتے تھے کہ: ہم انہیں(انبیاء واولیاء کو) محض اسی لئے پکارتے ہیں اور ان کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تاکہ یہ ہمیں (اللہ تعالی کے) قریب کردیں اور (اس کے پاس) ہماری شفاعت کریں۔

قربت کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے کہ:

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾(الزمر:3)

(اور جنہوں نے اللہ تعالی کے سوا اور اولیاء بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے ہیں مگر صرف اسی لئے کہ یہ ہمیں اللہ تعالی کے قریب کردیں، اللہ تعالی یقیناً ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا ان چیزوں کے بارے میں جس میں یہ اختلاف کررہے ہیں، بیشک اللہ تعالی اسے ہدایت نہیں دیتا جو بہت جھوٹا اور ناشکرا ہو)

اور شفاعت کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ﴾ (یونس:18)

(اور یہ (مشرکین عرب)اللہ تعالی کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں کوئی نقصان پہنچا سکیں اور نہ فائدہ، (مگر) کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالی کے یہاں ہمارے شفیع وسفارشی ہیں)[1]

---

[1] آگے شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں، دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشرکین قرار دیا اور ان کے بارے میں یہ حکم فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہیں

گے ، وہ توحید ربوبیت میں شرک نہیں کیا کرتے تھے بلکہ وہ الوہیت میں شرک کیا کرتے تھے۔ وہ یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ ان کے جو آلھۃ (معبودات) ہیں وہ پیدا کرتے ہیں یا رزق دیتے ہیں اللہ تعالی کے ساتھ یا وہ نفع اور نقصان کے مالک ہیں یا وہ تدبیر کرتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالی کے ساتھ بلکہ انہوں نے انہیں محض شفعاء (سفارشی) بنا رکھا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے تعلق سے ذکر فرمایا:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَاللهِ﴾ (یونس:18)

(اور یہ ایسوں کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالی کے علاوہ اللہ تعالی کو چھوڑ کر جو نہ انہیں کوئی نقصان پہنچائیں اور نہ نفع مگر کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ تعالی کے پاس ہمارے سفارشی ہیں)

فرمایا کہ ﴿مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ یعنی وہ اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ یہ انہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان بلکہ انہوں نے محض انہیں شفعاء یا سفارشی بنا رکھا تھا۔ شفعاء یعنی ''وُسطاء عند اللہ'' (اللہ تعالی کے پاس اپنا واسطہ بنا رکھا تھا)۔ انہیں اپنی حاجت روائی کے لیے اللہ تعالی کے ہاں واسطہ وسیلہ بنا رکھا تھا۔ چنانچہ وہ ان کے لیے ذبح کیا کرتے تھے، ان کے لیے نذر مانا کرتے تھے۔ اس لیے نہیں کہ یہ پیدا کرتے ہیں یا رزق دیتے ہیں یا نفع اور نقصان کے مالک ہیں ان کا یہ اعتقاد نہیں تھا بلکہ اس لیے کہ یہ اللہ تعالی کے پاس ہمارا واسطہ ہیں، اور یہ اللہ تعالی کے ہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں، یہ تھا مشرکین کا عقیدہ۔

اور اگر آج آپ کسی بھی قبر پرست سے مناقشہ کرکے دیکھ لیں تو وہ بھی یہ ہی مقالہ کہے گا، بالکل ہو بہو یہی بات کہے گا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ فلاں ولی ہے، یا جو فلاں نیک انسان ہے، وہ کوئی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے لیکن وہ ایک نیک صالح انسان ہے اور میں اس سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالی کے حضور میری شفاعت کرے۔ اور جو شفاعت ہے اس میں ایک شفاعت برحق ہے اور ایک شفاعت باطلہ ہے۔ جو شفاعت برحق ہے اور صحیح ہے وہ، وہ شفاعت ہے جس میں یہ دو شرطیں پائی جائیں:

1- پہلی شرط، اللہ تعالی کے اذن سے، اس کی اجازت سے ہو۔

2-اور دوسری شرط جو ہے جو ''المشفوع فيه'' ہے یعنی جس کی شفاعت کی جارہی ہے وہ اہل توحید میں سے ہو یعنی ''من عصاة الموحدين'' جو توحید پرست ہیں ان میں جو گناہ گار لوگ ہیں وہ ہوں۔

اگر ان میں سے کوئی ایک بھی شرط کم ہو جائے، کسی بھی ایک شرط میں خلل پایا جائے تو وہ شفاعت باطل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾(البقرۃ:255)

(وہ کون ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت کر سکے بغیر اس کے اذن اور اجازت سے)

اور فرمایا:

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (الانبیاء:28)

(اور یہ سفارش نہیں کرتے مگر صرف ان ہی کی جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو)

اور وہ کون ہیں؟ وہ توحید والوں کے جو گناہ گار لوگ ہیں وہ ہیں لیکن جو کفار اور مشرکین ہیں:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ﴾(المدثر:48)

(ایسے لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾(غافر:18)

(ظالموں کے لیے نہ کوئی ہمدرد دوست ہو گا اور نہ ہی کوئی ایسا سفارشی جس کی سفارش سنی جائے اور مانی جائے)

پس یہ جو لوگ ہیں انہوں نے بس شفاعت کا نام سن لیا ہے، اس کے معنی کو ہر گز نہیں جانتے اسی لیے جا کر یہ لوگ اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیروں سے طلب کرتے ہیں بلکہ ایسوں کے لیے طلب کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں جنہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ہر گز فائدہ نہیں پہنچا سکتی، چنانچہ یہ لاعلم ہیں اور جہالت کا شکار ہیں شفاعت برحق کے معنی کے تعلق سے اور شفاعت باطلہ کے معنی کے بارے میں۔

شفاعت کی دو اقسام ہیں: شفاعت منفیہ (یعنی جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے) اور شفاعت مثبتہ (یعنی جس شفاعت کو ثابت کیا گیا ہے)۔

شفاعت منفیہ:

(شفاعت منفیہ) وہ ہے جو غیر اللہ سے طلب کی جاتی ہے اس چیز کے بارے میں جس پر اللہ تعالی کے سوا کوئی قادر نہیں، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لاَّ بَيْعٌ فِيهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَلاَ شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(البقرۃ:254)

(اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے (اللہ تعالی کی راہ میں) خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت ہو گی، نہ دوستی اور نہ ہی کوئی شفاعت، اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں)

شفاعت مثبتہ:

(شفاعت مثبتہ) وہ ہے جو اللہ تعالی سے طلب کی جاتی ہے، اور شافع (شفاعت کرنے والے) کی اللہ تعالی شفاعت (کی اجازت) سے عزت افزائی فرماتے ہیں، اور مشفوع لہ (جس کی شفاعت کی جاتی ہے) وہ ہوتا ہے جس کے قول وعمل سے اللہ تعالی راضی ہو، اور یہ (شفاعت اللہ تعالی کی) اجازت واذن کے بعد ہی ممکن ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾(البقرۃ:255)

(کون ہے جو اس کی جناب میں اس کے اذن کے بغیر شفاعت کر سکے)[1]

---

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شفاعت کی شروط ہیں اور اس کی قیود ہیں بالکل مطلق نہیں ہے شفاعت، اسی لیے شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

تیسرا قاعدہ

(مشرکین عرب صرف بتوں کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے)

(تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ) نبی اکرم (ﷺ) ایسے لوگوں میں مبعوث ہوئے جو اپنی عبادات میں مختلف تھے، یعنی ان میں سے کوئی فرشتوں کی عبادت کرتا تھا تو کوئی انبیاء وصالحین کی، اسی طرح کوئی اشجار (درختوں) واحجار (پتھروں) کی عبادت کرتا تھا تو کوئی شمس (سورج) و قمر (چاند) کی، (لیکن) رسول اللہ (ﷺ) نے ان سب سے بلا تفریق قتال

ایک وہ شفاعت ہے جس کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نفی کی ہے اور وہ، وہ شفاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہو۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا اور مخلوق میں سے سب سے افضل خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ بھی جب شفاعت کا ارادہ کریں گے اہل محشر کے لیے قیامت کے دن تو پہلے پہل اپنے رب کے حضور سجدے میں گر جائیں گے اور اس سے دعا کریں گے، اس کی حمد وثناء بیان کریں گے اور آپ ﷺ سجدے میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

"اِرفَع رَأسَكَ، وَقُلْ تُسمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" (صحیح بخاری 4476، صحیح مسلم 196)۔

(آپ اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی)۔

چنانچہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اذن کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا۔

جو شفاعت مثبتہ ہے جس کو ثابت کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو اہل توحید کے لیے ہو گی۔ جبکہ جو مشرک ہے ان کو شفاعت فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ جو قبروں اور مزاراوں پر چڑھاوے چڑھاتا ہے، وہاں نذر و نیاز کرتا ہے، ایسا شخص تو مشرک ہے جسے شفاعت کرنے والے کی شفاعت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو منفی شفاعت ہے وہ، وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر طلب کی جائے یا پھر کسی مشرک کے لیے طلب کی جائے اور جو ثابت شدہ شفاعت ہے وہ، وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن کے بعد ہو اور ہو بھی اہل توحید کے گناہ گاروں کے لیے۔

فرمایا[1]،اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

---

[1]اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن مشرکین کی طرف نبی بناکر مبعوث کیا گیااور رسول بناکر بھیجا گیاان میں سے بعض فرشتوں کی عبادت کرتے تھے تو بعض شمس وقمر یعنی سورج اور چاند کی عبادت کرتے تھے اور بعض ان میں سے اصنام یعنی بتوں کی اور بعض احجار یعنی پتھروں کی اور بعض اشجار یعنی درختوں کی عبادت کرتے تھے اور بعض ان میں سے اولیاء اور صالحین کی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ شرک کی قباحتوں میں سے ہیں کہ یہ شرک کرنے والے جو ہوتے ہیں مشرکین وہ کبھی بھی ایک چیز پر مجتمع اور متحد نہیں ہوتے بر خلاف موحدین کے کہ ان کا معبود بھی واحد ہے سبحانہ وتعالیٰ، جو فرماتا ہے:

﴿ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾(یوسف:39-40)

(بہت سے ارباب یعنی بہت سے ربّ جو متفرق ہیں، مختلف ہیں وہ زیادہ بہتر ہیں یا ایک اکیلا اللہ واحد جو قہار زبردست ہے غالب ہے، نہیں تم عبادت کرتے مگر بعض ایسے نام ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیا ہے)

چنانچہ شرک کی خامیوں میں سے اور اس کے باطل ہونے میں سے یہ ہیں کہ اس کے جو اہل ہیں یعنی مشرکین وہ اپنی عبادت میں متفرق ہوتے ہیں، کوئی ایسا ضابطہ نہیں ہوتا جو ان کو جمع کرنے والا ہو کیوں کہ وہ کسی اصل، اصول پر نہیں چل رہے ہوتے بلکہ وہ اپنی اہواپرستی اور خواہشوں پر اور گمراہ کن دعوتوں پر چل رہے ہوتے ہیں، اسی لیے کثرت کے ساتھ ان میں تفرقہ پایا جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(الزمر:29)

(اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک ایسے شخص کی جو غلام ہے یعنی اس میں شرکاء ہیں ایسے آقا ہیں جو ﴿مُتَشٰكِسُوْنَ﴾ ہیں یعنی جو باہم جھگڑالو ہیں، اور دوسری مثال ایسا غلام جو پورا سالم ایک شخص کا غلام ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر

ہو سکتے ہیں؟ الحمد للہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، بلکہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے، نہیں جانتے)
جو شخص اکیلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ اس مملوک (غلام) کی طرح ہے کہ جو محض ایک شخص کا غلام ہے تو اس کے ساتھ وہ آرام اور سکون، چین میں ہے اور راحت میں ہے، اس کے مقاصد بھی وہ جانتا ہے اور اس کے مطالبے بھی وہ جانتا ہے، تو اس کے ساتھ وہ مکمل طور پر آسانی میں ہے اور راحت میں ہے، لیکن جو مشرک ہے اس کی مثال ایسی ہے جس کے کئی ایک مالک ہوں اور ان میں سے وہ جانتا نہیں کہ کون ان میں سے راضی ہو گا اور کس چیز سے، ہر ایک کی اپنی خواہش ہے، ہر ایک کا اپنا مطالبہ ہے، ہر ایک کی اپنی رغبت ہے، ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے پاس آئے لہٰذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ﴾ اللہ مثال بیان کرتا ہے ایسے شخص کی کہ جس میں بہت سے شرکاء ہیں یعنی ایک شخص نہیں کئی شخص اس کے مالک ہیں اور وہ ﴿مُتَشٰكِسُوْنَ﴾ ہیں باہم جھگڑالو بھی ہیں، اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کون ان میں سے راضی ہو گا، اور دوسری طرف ایسا شخص ہے جو ﴿وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾ ایک ہی شخص کا پورا سالم غلام ہے، اس کا مالک ایک شخص ہے، وہ اس کے ساتھ بالکل راحت اور آسانی میں ہے۔ یہ مثال اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مشرک اور موحد کی بیان فرمائی ہے۔
چنانچہ مشرک جو ہیں وہ اپنی عبادات میں متفرق ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ان تمام سے قتال کیا اور ان میں کوئی تفریق نہیں کی، جو وثنیین تھے یعنی بت پرست ان سے بھی قتال کیا تو یہود و نصاریٰ، مجوس اور تمام مشرکین سے بھی قتال کیا۔ ان لوگوں سے بھی قتال کیا جہاد کیا جو فرشتوں کی عبادت کرتے تھے، ان سے بھی کیا جو اولیاء اور صالحین کی کرتے تھے، اور ان کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ اس بات میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص بت کی عبادت کرتا ہے وہ اس شخص کے جیسا نہیں جو کسی نیک صالح شخص کی یا کسی فرشتے کی عبادت کرتا ہے کیوں کہ وہ لوگ تو پتھر اور درختوں کی عبادت کرتے تھے جو کہ جمادات ہیں، لیکن جو شخص کسی نیک صالح شخص کی یا اللہ کے اولیاء میں سے کسی ولی کی عبادت کرتا ہے وہ ایسا نہیں ہے جیسے بت پرست ہیں یا بتوں کی عبادت کرنے والے ہیں، اور اپنی اس بات سے وہ یہ چاہتے ہیں اور یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ جو شخص قبروں کی عبادت اور مزاروں کی عبادت کرتا ہے اس کا حکم مختلف ہے اس شخص سے جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں، اور وہ جو اس قبر کی یا مزار کی عبادت کرتے

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾(الانفال:39)

(اور ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے)[1]

ہیں وہ کفر میں مبتلا نہیں ہیں اور ان کا یہ عمل شرک نہیں کہلائے گا اور ان سے قتال کرنا جائز نہیں ہے۔

تو ہم انہیں یہ جواب دیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان میں کوئی فرق نہیں رکھا اور ان تمام کو مشرکین ہی شمار کیا اور ان کے خون کو اور ان کے مال کو حلال قرار دیا اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا۔ جو شخص سیدنا مسیح یعنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت کرتا تھا اور سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان سے قتال کیا اور جو یہود ہیں وہ سیدنا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت کرتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام میں سے یا نیک صالح لوگوں میں سے تھے اور رسول اکرم ﷺ نے ان سے بھی قتال کیا اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا۔ چنانچہ شرک کے تعلق سے اس میں کوئی تفریق نہیں کہ کوئی شخص کسی نیک صالح شخص کی عبادت کرتا ہے یا کوئی شخص کسی بت کی یا شجر و حجر کی عبادت کرتا ہے کیوں کہ شرک نام ہے غیر اللہ کی عبادت کا، کوئی بھی ہو، کہیں بھی ہو۔ لہذا فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا﴾(النساء:36)

(اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو)

یہاں جو کلمہ استعمال ہوا ہے ﴿شَيْـًٔا﴾ وہ نہی کے سیاق میں استعمال ہوا ہے جو ہر چیز کو عام ہے یعنی جسے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا جائے، یہ بالکل عام ہے چاہے وہ فرشتے ہوں، رسول ہوں، صالحین ہوں، اولیاء ہوں یا پتھر اور درخت ہوں۔

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں، یعنی دلیل اس بات کی کہ مشرکین سے ان کے مختلف معبودات کا لحاظ کیے بغیر قتال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

چاند وسورج کی عبادت کی دلیل:

اللہ تعالی کا یہ فرمان کہ:

﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهِ الَّيۡلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ‌ؕ لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِىۡ خَلَقَهُنَّ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ﴾ (حم السجدة: 37)

(اور اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند، پس تم نہ سورج کو سجدہ کرنا اور نہ ہی چاند کو بلکہ اللہ تعالی ہی کو سجدہ کرنا جس نے انہیں پیدا فرمایا ہے، اگر تم واقعی اس کی عبادت کرنے والے ہو)[1]

﴿وَقَاتِلُوۡهُمۡ﴾ (الانفال: 39) (اور ان سے قتال کریں) یہ بالکل عام ہے ہر مشرکین کے لیے، اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے پھر فرمایا ﴿حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ﴾ (یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے) اور فتنے سے مراد یہاں شرک ہے یعنی شرک باقی نہ رہے اور یہ بھی عام ہے یعنی کسی قسم کا بھی شرک باقی نہ رہے چاہے وہ اولیاء اور صالحین کے تعلق سے شرک ہو یا پتھروں اور درختوں اور چاند اور سورج کے تعلق سے شرک ہو۔

﴿وَّيَكُوۡنَ الدِّيۡنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (اور دین سارے کا سارا اللہ تعالی کے لیے ہو جائے) یعنی عبادت پوری کی پوری اللہ سبحانہ وتعالی کے خالص ہو جائے جس میں کسی قسم کا بھی شرک نہ ہو، کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے، کوئی بھی ہو کہیں بھی ہو۔ اس میں کوئی تفریق نہیں کہ اولیاء اور صالحین کو شریک کیا جائے یا پھر پتھروں، درختوں کو، یا پھر شیاطین وغیرہ کو شریک کیا جائے۔

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی تھے جو سورج کو اور چاند کو سجدہ کرتے تھے اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع آفتاب کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا سد ذریعہ کے لیے تاکہ اس دروازے کو بند کر دیا جائے جو ذریعہ بن سکتا ہے شرک تک لے

فرشتوں کی عبادت کی دلیل:

اللہ تعالی کا یہ فرمان:

﴿وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا﴾(آل عمران:80)

(اور وہ (نبی) تمہیں ہر گز بھی اس بات کا حکم نہیں دے گا کہ تم (اللہ تعالی کو چھوڑ کر) فرشتوں اور نبیوں کو اپنا رب بنالو)[1]

انبیاء کرام کی عبادت کی دلیل:

اللہ تعالی کا یہ فرمان:

جانے کا، کیوں کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو سورج کو سجدہ کرتے ہیں اس کے طلوع ہونے کے وقت اور اس کے غروب ہونے کے وقت، اسی لیے ہمیں منع کر دیا گیا کہ ہم ان دو اوقات میں نماز ادا نہ کریں اگرچہ ہماری نماز اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے، مگر چونکہ اس وقت میں ان مشرکین کے اس فعل کے ساتھ مشابہت ہے اسی لیے اس سے منع کر دیا گیا سد ذریعہ کے لیے، تاکہ اس کے باب کو اس کے دروازے کو بند کر دیا جائے جو اس کی طرف لے جانے والا ہے، جو شرک کی طرف لے جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ شرک سے روکنے کے لیے بھی آئے تھے اور ایسے ذرائع کو بند کرنے (سد ذرائع) کے لیے بھی آئے تھے کہ جو اس شرک کی طرف لے جانے والے ہیں۔

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی تھے جو فرشتوں اور نبیوں کی عبادت کرتے تھے لیکن آج کے دور میں جو قبر پرست لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ: جو شخص فرشتوں، نبیوں یا صالحین کی عبادت کرتا ہے وہ کافر نہیں ہے۔(حالانکہ اس آیت کے بقیہ حصہ میں فرمایا ﴿أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، بعد اس کے کہ تم مسلم ہو؟!))۔

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڼ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭاِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾(المائدۃ:116)

(اور یاد کرو جب اللہ تعالی عیسی علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمائیں گے کہ اے عیسی ابن مریم علیہما السلام! کیا آپ نے لوگوں سے فرمایا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالی کے سوا معبود بنالینا، آپ فرمائیں گے کہ اللہ تعالی آپ پاک ہیں، میرے لئے کیسے لائق ہوسکتا ہے کہ میں (آپ کے متعلق) ایسی بات فرماؤ جس کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں، اگر میں نے ایسا فرمایا ہوتا تو آپ یقیناً اسے جانتے ہوں گے، (کیونکہ) آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے نفس میں پوشیدہ ہے اور میں نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بیشک آپ ہی تمام غیبوں کے بہت جاننے والے ہیں)[1]

---

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عبادت شرک ہے جیساکہ بتوں کی عبادت شرک ہے اوراس میں رد ہے ان لوگوں کا جواس میں فرق کرتے ہیں کہ جو قبروں کی عبادت کرتے ہیں ان میں اور بتوں کی عبادت کرنے والوں میں، اوراس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شرک تو محض بتوں کی عبادت کا نام ہے اوران کے نزدیک یہ دو لوگ برابر نہیں ہیں ایک وہ جو بت کی عبادت کرتا ہے اور ایک وہ جو کسی نیک ولی کی عبادت کرتا ہے، نیک صالح شخص کی عبادت کرتا ہے۔ لہذا وہ اس کا انکار کرتے ہیں کہ ان دونوں کو کیسے آپ برابر قرار دے دیتے ہیں۔ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ شرک فقط محصور ہے بتوں کی عبادت میں حالانکہ یہ واضح طور پہ ایک مغالطہ ہے دو زاویوں سے:

1- پہلا زاویہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام لوگوں پر رد کیا اور ان تمام مشرکین سے قتال کا حکم دیا، خواہ ان کا شرک کسی بھی قسم کا ہو۔

2- اور دوسرا زاویہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کوئی فرق روا نہیں رکھا اس شخص میں جو بت کی عبادت کرتا ہو یا جو کسی فرشتے یا کسی نیک صالح ولی کی عبادت کرتا ہو۔

صالحین کی عبادت کی دلیل:

اللہ تعالی کا یہ فرمان:

﴿اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾(بنی اسرائیل:57)

(جنہیں یہ (مشرکین) پکارتے ہیں (یعنی اولیاء اللہ وغیرہ) وہ تو خود اس کے پاس وسیلے(قرب کے ذریعے)کے خواستگار ہیں کہ کون ان میں سے (اللہ تعالی کے) زیادہ قریب ہوتا ہے، اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں)[1]

---

[1]اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: صالحین کی دلیل یہ ہے مطلب صالحین کی بھی عبادت کی جاتی تھی یعنی انسانوں میں سے بعض ایسے بھی تھے جو نیک صالحین لوگوں کی عبادت کیا کرتے تھے، اس کی دلیل یہ ہے:

﴿اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ﴾(الاسراء:57)

(یعنی یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں جن نیک لوگوں کو پکارتے ہیں وہ نیک لوگ تو خود اپنے ربّ کے حضور وسیلہ تلاش کرتے ہیں یعنی اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ کہ ﴿اَيُّهُمْ اَقْرَبُ﴾ ان میں سے کون اللہ تعالی کے زیادہ نزدیک اور قریب ہوتا ہے)

اس آیت کے تعلق سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی جو سیدنا مسیح، ان کی والدہ مریم اور عزیر علیہم السلام کی عبادت کیا کرتے تھے پس اللہ سبحانہ وتعالی نے یہ خبر دی کہ سیدنا عیسیٰ، ان کی والدہ مریم اور عزیر علیہم السلام یہ تمام کے تمام اللہ تعالی کے بندے تھے، وہ تو خود اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کی جستجو میں رہتے، اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے۔ تو یہ اللہ کے بندے تھے، محتاج تھے اور اس کے در کے فقیر تھے، اسے پکارتے تھے اور اللہ تعالی کی فرماں برداری اور اطاعت گزاری کے ذریعے اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کرتے تھے ﴿يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ﴾ اپنے ربّ کی قربت کا اور قریب ہونے کا وسیلہ تلاش کرتے یعنی "القرب منه

سبحانہ ''(اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے)اس کی اطاعت بجالا کر اور اس کی عبادت ادا کر کے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرتے تھے، جو اس کی بات کی دلیل ہے کہ یہ عبادت کے لائق نہیں تھے کیوں کہ وہ بشر تھے اور محتاج اور فقراء تھے، وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے، اس کی رحمت کی امید رکھتے تھے اور اس کے عذاب سے ڈرتے تھے۔ جس کا حال اس قسم کا ہو تو وہ لائق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔

اور اس آیت کی تفسیر کے تعلق سے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایسے مشرکین کے تعلق سے نازل ہوئی کہ جو جنات کے کسی گروہ کی عبادت کرتے تھے پس وہ جنات کا گروہ تو ایمان لے کر آگیا لیکن ان کے جو عبادت گزار تھے انہیں ان کے ایمان لانے کی خبر نہ ہوئی۔ لہذا وہ جنات اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اور اس کے آگے گڑ گڑا کر اس کا تقرب حاصل کرتے تھے، اس کی رحمت کی امید رکھتے تھے اور اس کے عذاب سے ڈرتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے محتاج بندے تھے اور فقراء تھے، جو کسی طور پر بھی عبادت کے لائق نہیں تھے۔

بہر حال اس آیت سے مراد کوئی بھی ہو، یہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ صالحین کی عبادت جائز نہیں ہے برابر ہے کہ وہ صالحین انبیاء علیہم السلام میں سے ہوں یا صدیقین میں سے ہوں، اولیاء میں سے ہوں یا نیک صالحین میں سے ہوں ان کی عبادت کسی طور پر جائز نہیں کیوں کہ یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اس کے آگے فقیر ہیں۔ تو پھر کس طریقے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبادت کی جاسکتی ہے ؟ اور وسیلے کے معنی یہ ہیں کہ ''الطاعة والقُرب'' (اطاعت گزاری اور قرب حاصل کرنا) اور لغت میں ایسی چیز جس کے ذریعے سے آپ اپنے مقصود تک پہنچ سکیں۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف اور اس کی جنت کی طرف پہنچنے کا ذریعہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ طرف ذریعہ ہے اور وسیلہ ہے اور یہ ہی شرعی اور مشروع وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

﴿وَابْتَغُوٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ (المائدۃ:35)

یعنی ایمان والوں کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ تلاش کرو جب کہ جو تحریف کرنے والے اور خرافات پسند لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ وسیلے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اولیاء اور صالحین اور فوت شدگان کو واسطہ اور وسیلہ بناؤ، انہیں واسطہ اور وسیلہ بناؤ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تاکہ یہ اللہ تعالیٰ سے تمہیں قریب کر دیں جس طریقے سے قرآن کریم میں ہے کہ :

﴿مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰهِ زُلۡفٰی﴾(الزمر:3)

(ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر محض اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا درجہ ہمیں دلادیں، اللہ تعالیٰ کا قرب ہمیں حاصل ہو ان کے ذریعے سے)

چنانچہ ان خرافات پسند لوگوں کے نزدیک وسیلے کا معنی یہ ہے کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اللہ کے بندوں کو وسیلہ اس طور پر بنایا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جاکر آپ کا تعارف کروائیں اور آپ کی حاجتیں اللہ تک پہنچائیں اور اسے اس کی خبر دیں۔ گویا کہ نعوذ باللہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا علم نہیں رکھتے یا پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نعوذ باللہ بخیل ہیں کہ وہ کسی کو کچھ عطا نہیں کرتے جب تک ان واسطے اور وسیلوں کے ذریعے اس کے آگے الحاح وزاری نہ کی جائے اور اس پر زور نہ دیا جائے "تعالی اللہ عمّا یقولون" اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت پاک اور بلند ہے ان چیزوں سے جو یہ کہتے ہیں۔ تو اس ذریعے سے وہ لوگوں پر اس بات کو مشتبہ کر دیتے ہیں اور وسیلے کا غلط معنی بیان کرتے ہیں چنانچہ اللہ جل وعلا فرماتے ہیں ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الۡوَسِیۡلَةَ﴾ یعنی یہ جن کو پکارتے ہیں، جن اولیاء اور صالحین کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

یہ آیت اس بات پر دلیل ہے یعنی یہ جو خرافات پسند لوگ ہیں وہ لوگوں پر ان کا معاملہ اس طور پر مشتبہ کر لیتے ہیں کہ یہ آیت وہ لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں کہ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الۡوَسِیۡلَةَ﴾ اور کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واسطے اور وسیلے قائم کرنے اور ان کو اپنانے، مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے حضور واسطے اور وسیلے اپنانے کو مشروع اور جائز کام قرار دیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل کی یہاں پر تعریف کی ہے اور دوسری آیت وہ اس طریقے سے پڑھتے ہیں اور لوگوں پر ان کا معاملہ مشتبہ کر لیتے ہیں کہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِهٖ﴾(المائدۃ:35)

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حضور وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو)

تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وسیلہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور وسیلے کا معنی ہے واسطہ۔ اس

طریقے سے وہ کلمات کو ان کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور تحریف کرتے ہیں، حالانکہ جو مشروع اور جائز وسیلہ ہے قرآن اور سنت میں وہ یہ ہے کہ اطاعت اور فرماں برداری کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نام اور اعلیٰ صفات کے ذریعے اسماء الحسنیٰ اور صفات عالیہ کے ذریعے توسل اختیار کرنا، اس کے ذریعے سے اس دعا کرنا، یہ جائز اور مشروع وسیلہ ہے لیکن مخلوقات کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنا، یہ ممنوع ہے اور یہ شرکیہ وسیلہ ہے اور پہلے کے مشرکین اسی طور پر شرک کیا کرتے تھے اور اس قسم کا واسطہ اور وسیلہ اختیار کیا کرتے تھے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ﴾ (یونس:18)

(اور یہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کی جو نہ انہیں کوئی نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع مگر کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے شفعاء یعنی سفارشی ہیں)

اور دوسری آیت جو کہ سورۂ الزمر کی ہے اس میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (الزمر:3)

(اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سوا اور اولیاء بنا رکھے ہیں کہتے یہ ہیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر محض اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا درجہ دلا دیں)

تو یہ تھا اولین اور آخرین لوگوں کا شرک بالکل دونوں برابر ہیں۔ جو پہلے لوگوں نے کیا اور جو اب ہو رہا ہے یہ بالکل ایک ہی جیسی بات ہے اگرچہ انہوں نے اس کا نام بدل کر وسیلہ رکھ لیا لیکن یہ بعینہ شرک ہی ہے اور یہ ہرگز بھی وہ وسیلہ نہیں ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جائز اور مشروع قرار دیا ہے کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شرک کو کبھی بھی وسیلہ نہیں بنایا بلکہ شرک تو ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی ہے نہ کہ اس کا قرب دلانے والی ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾

اشجار اور پتھروں کی عبادت کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى﴾(النجم:19-20)

(المائدۃ:72)

(بلاشبہ جس نے بھی شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام قرار دے دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں)

توکس طریقے سے شرک کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا ذریعہ انہوں نے بنالیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے بہت پاک اور بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ اس آیت سے شاہد یہ ہے کہ اس میں دلیل ہے کہ بعض ایسے مشرکین بھی تھے جو نیک صالحین کی عبادت کیا کرتے تھے کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے بیان فرمایا ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو خود اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے در کے فقیر ہیں ﴿يَبۡتَغُوۡنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الۡوَسِيۡلَةَ﴾ وہ اپنے رب کے حضور وسیلہ تلاش کرتے ہیں یعنی ''يتقرّبون اليه بالطّاعة'' اطاعت وفرماں برداری کے ذریعے عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں کہ ﴿اَيُّهُمۡ اَقۡرَبُ﴾ ان میں سے کون زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے یعنی ایک دوسرے سے مسابقت کرتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں اس چیز میں اپنی عبادت کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے فقر کو ظاہر کرکے اور اپنی حاجت وانکساری کو ظاہر کرکے ﴿وَيَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَهٗ وَيَخَافُوۡنَ عَذَابَهٗ﴾ اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔

جس کا یہ حال ہو مخلوق میں سے تو کس طریقے سے لائق ہے کہ اسے پکارا جائے اللہ تعالیٰ کے سوا اور اس کی عبادت کی جائے اللہ تعالیٰ سوا۔

(کیاتم نے کبھی لات وعزی (کی حقیقت) کے بارے میں غور بھی کیاہے،اور تیسری منات کے بارے میں بھی)[1]

---

[1]اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت میں دلیل ہے کہ بعض ایسے بھی لوگ تھے جو کہ پتھروں اور درختوں کی عبادت کرتے تھے، مشرکین میں سے بعض ایسے بھی تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نجم، آیت 19 میں فرمایا:

﴿أَفَرَءَيْتُمُ﴾ کیاتم نے نہیں دیکھا یہ استفہام ہے مگر استفہام انکاری ہے یعنی سوالیہ انداز ہے جس کے ذریعے سے ان پر رد کیا گیاہے یعنی ''أخبروني'' مجھے خبر تو دو ذرا۔ یہ استفہام یعنی سوالیہ انداز ہے مگر اس میں انکار ہے اور توبیخ ہے یعنی ایک قسم کی ڈانٹ ہے ان پر۔ فرمایا ﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ﴾ کیاتم نے لات کو نہیں دیکھا یا اس پر غور نہیں کیا مجھے بتاؤ تو سہی۔

یہ تاء کی تخفیف ساتھ اگر پڑھا جائے گا ﴿اللّٰتَ﴾ جو ہے یہ ایک صنم، ایک بت کا نام ہے جو کہ طائف میں تھا۔ اور یہ کیا تھا؟ یہ ایک چٹان تھی جس پر مختلف نقوش و نگار بنے ہوئے تھے اور اس پر ایک گھر بنا ہوا تھا، ایک عمارت اس پر تھی جس کے اوپر پردے ڈلے ہوئے تھے، اور یہ بالکل کعبہ کے مقابلے میں گویا کہ بنایا گیا تھا۔ اس کے ارد گرد دربار تھا، صحن تھا اور وہاں پر مجاور بیٹھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور یہ بت ثقیف قبیلے کا اور جو ان کے حلیف قبیلے تھے ان کا تھا۔ پس اس کے ذریعے سے وہ دوسروں پر فخر کیا کرتے تھے۔

اور اس کی ایک دوسری قرأت بھی ہے یعنی تشدید کے ساتھ تاء کی تشدید کے ساتھ، یہ اسم فاعل ہے ''لَتَّ يَلُتُّ'' ہے۔ جو کہ ایک نیک صالح شخص تھا جو لوگوں کو ''يلُتُّ السَّويق'' یعنی وہ ستو گھول کر حجاج جو آتے تھے بیت اللہ کا حج کرنے انہیں پلایا کرتا تھا، ان کی خدمت کرتا تھا، جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر یہ عمارت قائم کردی اور اس پر پردے ڈال دیئے۔ آخر کار حال یہ ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی جانے لگی اور یہ ہے ''لات'' کی حقیقت۔

پھر آگے فرمایا: ﴿وَالْعُزّٰى﴾ عزیٰ کیا ہے؟ یہ کیکر یا ببول کے درخت کا ایک مجموعہ تھا، ایک وادی تھی ایک نخلستان

جو مکہ اور طائف کے درمیان تھا جس کے ارد گرد عمارت تعمیر کی گئی تھی اور وہاں پر بھی اسی طریقے سے پردے ڈالے گئے۔ ساتھ ہی وہاں مجاور بیٹھتے تھے۔ اور وہاں پر شیاطین بھی موجود ہوا کرتے تھے جو لوگوں سے کلام کرتے تھے، اور جاہل لوگ یہ سمجھا کرتے تھے کہ جو ان سے کلام کر رہا ہے وہ یہ ہی درخت ہیں یا پھر یہ عمارت یا گھر جو انہوں نے بنایا ہے یہ ان سے کلام کرتا ہے، اور وہاں سے آواز آتی ہے، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ شیاطین ان سے کلام کیا کرتے تھے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کر دیں اور یہ بت قریش، اہل مکہ اور جو ان کے ارد گرد لوگ ہیں ان کا تھا۔

اور ﴿مَنٰوةَ﴾ جو تیسری ہے اس کے تعلق سے کہا کہ یہ ایک چٹان تھی، ایک جگہ پر جو کہ قدید پہاڑ کے قریب تھی، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اور یہ خزاعہ، اوس اور خزرج قبیلے کے لیے تھی اور اسی کے پاس سے یہ لوگ اپنے حج کا احرام باندھا کرتے تھے اور اس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے چنانچہ یہ جو تین اصنام ہیں بت ہیں جو عرب کے بڑے اصنام میں شمار ہوتے تھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى، وَمَنٰوةَ﴾ (النجم: 19-20)

(کیا تم نے نہیں دیکھا لات، عزیٰ اور مناۃ کو؟)

کیا انہوں نے تمہیں کوئی فائدہ پہنچایا؟ کیا انہوں نے تم سے کوئی تکلیف دور کی؟ کیا انہوں نے تمہاری نصرت کی؟ کیا یہ کوئی چیز تخلیق کرتے ہیں یا تمہیں رزق دیتے ہیں یا زندگی اور موت کے یہ مالک ہیں؟ ان کے پاس آخر تم کیا پاتے ہو؟! چنانچہ یہ انکار کے باب میں سے ہیں اور ان کی عقل کو جگانے اور ابھارنے اور تنبیہ کرنے میں سے ہیں کہ ان کی عقلیں اپنے رشد و ہدایت کی طرف پلٹ آئیں۔ یہ تو محض چٹانیں ہیں اور درخت ہیں جن میں کسی قسم کا کوئی نفع اور نقصان پہنچانے کی صلاحیت اور طاقت نہیں ہے، یہ تو خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

اور جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسلام کو لے آیا اور رسول اللہ ﷺ نے مکہ شریف کو فتح فرمایا تو آپ ﷺ نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ اور ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہما کو لات کی طرف بھیجا طائف میں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے حکم پر اسے منہدم کر دیا۔

اسی طریقے سے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کی طرف بھیجا گیا، آپ نے اسے منہدم کر دیا اور جتنے درخت تھے ان

اور صحابیٔ رسول سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں فرماتے ہیں:

"خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى حُنَيْنٍ وَنَحْنُ حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ، وَلِلْمُشْرِكِينَ سِدْرَةٌ يَعْكُفُونَ عِنْدَهَا، وَيَنُوطُونَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا: ذَاتُ أَنْوَاطٍ، قَالَ: فَمَرَرْنَا بِالسِّدْرَةِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، اجْعَلْ لَنَا

کو کاٹ ڈالا اور وہاں پر جو ایک جنّی تھی جو لوگوں سے مخاطب ہوا کرتی تھی اور انہیں اس طریقے سے گمراہ کیا کرتی تھی، اسے بھی جڑ سے مٹا ڈالا، والحمد للہ۔

اس کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مناۃ کی طرف بھیجا، آپ نے بھی اسے منہدم کر دیا اور مٹا ڈالا۔ تو جو اپنے آپ کو نہ بچا سکیں وہ اپنے ماننے والوں کو اور اپنے عبادت گزاروں کو کیسے بچا سکتے ہیں، ذرا غور تو کرو۔

﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾ (النجم: 19-20)

کیا کبھی تم نے ان کی حقیقت پر غور کیا ہے؟ جو لات ہے، عزیٰ ہے یا جو تیسری مناۃ ہے، یہ کہاں چلے گئے؟ کیا انہوں نے تمہیں کوئی نفع پہنچایا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا لشکر اور موحدین اور توحید پرستوں کا لشکر جب ان کے خلاف جنگ کے لیے آیا تو انہوں نے تمہیں اس سے بچایا؟ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ بعض ایسے بھی لوگ تھے جو پتھروں اور پیڑوں، درختوں کی عبادت کیا کرتے تھے بلکہ یہ جو تین بت تھے جن کا ذکر کیا ہے لات، مناۃ اور عزیٰ، یہ عرب کے سب سے بڑے بتوں میں شمار کیے جاتے تھے، ان کے بڑے ہونے کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں وجود سے ہی ختم کر دیا تو یہ نہ اپنا دفاع کر سکے نہ اپنے ماننے والوں کا دفاع کر سکے، اور نہ ہی انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف جنگ کی اور قتال کیا تو ان کے یہ معبودات جھوٹے اور بتوں نے ان کا کوئی بچاؤ نہ کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ بعض ایسے بھی لوگ تھے جو درختوں اور پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے، ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ! انسانیت کی اور بشر کی جو عقل ہے وہ کہاں چلی جاتی ہے کہ وہ پتھروں اور درختوں جو کہ جامد چیزیں ہیں یا جمادات ہیں ان کی عبادت کرتا ہے کہ جن میں نہ کوئی عقل ہے، نہ کوئی حرکت اور حیات ہے۔ کہاں چلی جاتی ہے انسانوں کی عقل؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت پاک اور بلند ہے اس چیز سے جو یہ کہتے ہیں اس کے تعلق سے اور شرک کرتے ہیں۔

ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ" (صحیح ترمذی 2180)۔

(ہم نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ حنین کی جانب روانہ ہوئے، اور ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ مشرکین کا ایک بیری کا درخت ہوا کرتا تھا جس کے پاس وہ اعتکاف کیا کرتے تھے، اور حصول برکت کے لئے اس پر اپنا اسلحہ لٹکایا کرتے تھے، جسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔ پس ہمارا بھی اس بیری کے پیڑ کے سامنے سے گزر ہوا تو ہم نے گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہمارے لئے بھی ایسا ہی ذات انواط بنادیں جیسا ان (مشرکین) کا ذات انواط ہے)[1]۔

---

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: سیدنا ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور آپ وہ صحابی ہیں کہ جو مشہور قول کے مطابق فتح مکہ کے وقت سن 8 ہجری میں ایمان لے کر آئے۔ تو آپ فرماتے ہیں اس حدیث میں کہ ایک بیری کا پیڑ تھا اسے ذات انواط کہا جاتا تھا اور "انواط" جو ہے وہ "نوط" کی جمع ہے اس کا مطلب ہے تعلیق یعنی لٹکانا مطلب یہ ایسا درخت ہے جس پر لٹکائی جاتی ہیں چیزیں، تو وہ مشرکین اس پر اپنا اسلحہ بطور تبرک لٹکایا کرتے تھے، پس بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ابھی توحید کو مکمل طریقے سے جانا نہیں تھا انہوں نے یہ مطالبہ کر دیا:

"اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ"

(ہمارے لیے بھی یہ ذات انواط مقرر کر دیں جس طریقے سے ان کا ذات انواط ہے)۔

اور واقعی یہ بہت بڑا وبال ہے تقلید کا اور مشرک قوموں سے مشابہت اختیار کرنے کا۔ اور یہ عظیم مصیبتوں میں سے ہیں۔ لہذا اس قول پر اور اس مطالبے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر" اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عجیب لگتی یا کسی چیز کو منکر جانتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر کہتے یا پھر سبحان اللہ کہتے اور اس کو بار بار کچھ مرتبہ مکرر دہراتے۔ تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: "إِنَّهَا السُّنَنُ" (یہ سنن ہیں) یعنی طُرق ہیں طریقے ہیں جن طریقوں پر لوگ چلتے ہیں اور ایک دوسرے کی اس میں پیروی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ سبب جس نے تمہیں اس بات پر ابھارا کہ تم نے یہ مطالبہ کیا وہ یہ ہی ہے کہ پچھلے لوگوں کے راستے کی اتباع کرنا یا مشرکین سے مشابہت اختیار کرنا۔ پھر فرمایا: "قُلْتُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى" (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے تو وہی بات کہی جس طرح بنی اسرائیل

نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا تھا کہ:

﴿اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾(اعراف:138)

(ہمارے لیے بھی ایسا معبود مقرر کردیں جس طرح ان کے معبود ہیں (تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ جواب دیا کہ) تم واقعی جاہل قوم ہو)

چنانچہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جب سمندر پار کرکے گئے بنی اسرائیل کے ساتھ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے دشمن کو ان کی آنکھوں کے سامنے غرق کردیا، تو ان کا گزر ایسے مشرکین لوگوں پر سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے مجاور بن کر اور اعتکاف کیے بیٹھے تھے تو ان لوگوں نے (بنی اسرائیل نے) سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے یہ مطالبہ کردیا کہ ﴿اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾ (ہمیں بھی ایسا معبود مقرر کردیجیے جیسے ان لوگوں کے معبودات ہیں) تو آپ نے فرمایا کہ ﴿إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ (تم واقعی جاہل قوم ہو)۔ان پر انکار کیا اور آگے اس آیت میں یہ فرمایا آیت 139 میں:

﴿إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

(یہ لوگ اپنے باطل میں مگن ہیں اور جو یہ عمل کرتے تھے وہ سب برباد ہوگیا)

شرک کی وجہ سے کیوں کہ یہ شرک تھا۔ آگے فرمایا اسی سورۂ اعراف آیت 140 میں:

﴿قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

(کہو کیا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟
حالانکہ اس نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی)

تو ان پر شدید طریقے سے انکار کیا گیا اور ان پر نکیر کی گئی جس طریقے سے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان لوگوں پر انکار کیا جنہوں نے یہ مطالبہ کرلیا تھا لیکن نہ انہوں نے یعنی بنی اسرائیل نے اور نہ انہوں نے یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شرک نہیں کیا تھا چنانچہ جب بنی اسرائیل نے اپنا جو یہ مقالہ کہا تو اس وقت انہوں نے شرک نہیں کیا، کیوں کہ

انہوں نے اس پر عمل درآمد نہیں کیا یہ تو محض مطالبہ تھا اور انہیں اس سے روک دیا گیا، منع کردیا گیا اسی طریقے سے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اگر وہ ذات انواط واقعی مقرر کرلیتے تب جاکر وہ شرک ہوتا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی حفاظت کی اور انہیں بچالیا جب ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس چیز سے منع کردیا۔ چنانچہ انہوں نے یہ جو مقالہ کہا تھا، جو بات یا مطالبہ تھا نادانی میں، لاعلمی میں کہی تھی عمداً اور جان بوجھ کر نہیں کی تھی اور جب ان کو علم ہوگیا کہ یہ شرک ہے تو وہ اس سے باز آگئے اور انہوں نے اس پر عمل درآمد نہیں کیا، اور اگر عمل درآمد کرلیتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے بن جاتے۔

چنانچہ اس حدیث میں شاہد یہ ہے کہ بعض ایسے بھی لوگ تھے جو درختوں کی عبادت کیا کرتے تھے کیوں کہ ان مشرکین نے ذات انواط جو بنا رکھا تھا اور ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جن کے دل میں ابھی علم راسخ نہیں ہوا تھا یہ کوشش کی کہ ہم ان سے مشابہت اختیار کریں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ان کی حفاظت فرمائی۔ چنانچہ شاہد یہ ہے کہ بعض ایسے بھی لوگ ہیں یا تھے جو درختوں سے تبرک لیتے تھے اور اس کے پاس مجاور بن کر اعتکاف کرکے بیٹھتے تھے۔ ''عکوف'' کا معنی ہوتا ہے اس کے پاس باقی رہنا وہاں پر ایک مدت تک تقرب حاصل کرنے کے لیے ''البقاء فی المکان'' کسی جگہ پر ٹھہرے رہنا۔ چنانچہ یہ عظیم مسائل پر دلالت کرتا ہے جن میں سے پہلا مسئلہ یہ ہے:

1- توحید سے جہالت کا خطرہ، کیوں کہ جو توحید سے جاہل ہوگا اس کے بارے میں قوی امکان ہے کہ وہ شرک میں مبتلا ہوجائے حالانکہ اس کو اس کا علم بھی نہ ہو۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ توحید کی تعلیم واجب ہے اور جو توحید کی ضد ہے یعنی شرک اس کی بھی تعلیم ضروری ہے تاکہ انسان مکمل بصیرت پر ہو، ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی جہالت سے کسی ایسی بات میں مبتلا ہوجائے جو شرک ہو خصوصاً جب وہ کسی کو دیکھے ایسا عمل کرتے ہوئے اور اسے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے حق سمجھنے لگے، لہذا اس میں جہالت کا بھی خطرہ معلوم ہوا خصوصاً عقیدے کے معاملے میں۔

2- دوسری بات جو اس معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں مشرکین کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کا خطرہ بھی ذکر ہوا ہے کہ وہ انسان کو آخر کار شرک تک لے جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' (صحیح ابی داود 4031)۔

چوتھا قاعدہ

(موجودہ دور کے مشرکین کی گزشتہ دور کے مشرکین سے بھی بدتر حالت ہے)

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے مشرکین پچھلے زمانوں کے مشرکین سے بھی شرک میں گئے گزرے ہیں، کیونکہ گزشتہ زمانوں کے مشرکین صرف خوشحالی میں ہی شرک کیا کرتے تھے، لیکن شدید پریشانی میں تو مخلص ہو جاتے (یعنی خالص اللہ تعالی ہی کو پکارتے تھے)، لیکن ہمارے دور کے مشرکوں کا شرک ہر حال میں جاری وساری رہتا ہے خواہ خوشحالی میں ہوں یا بدحالی میں۔ اس کی دلیل (کہ مشرکین عرب سخت مشکل حالات میں صرف اکیلے اللہ تعالی ہی کو پکارا کرتے تھے) اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾

(العنکبوت:65)

(اور جب وہ کسی کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو دین کو اللہ تعالی کے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارتے ہیں، پر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے، تو وہ پھر سے شرک کرنے لگ جاتے ہیں)[1]

(جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہیں)۔

چنانچہ مشرکین سے مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

3-اور تیسری بات، پتھروں سے یا درختوں سے یا مختلف عمارتوں سے تبرک حاصل کرنا شرک ہے اگرچہ اسے کوئی اور نام دے دیا جائے، جیسے تبرک وغیرہ کیوں کہ یہ برکت طلب کرنا ہے غیر اللہ سے جو کہ پتھر ہیں، یا درخت ہیں، یا قبر اور مزار ہیں تو یہ شرک ہے اگرچہ وہ اسے شرک کے علاوہ کوئی اور اچھا نام کیوں نہ دے لیں۔

[1] اس کی شرح میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: چوتھا قاعدہ جو کہ آخری قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے جو مشرکین ہیں وہ پچھلے دور کے جو مشرکین تھے جن کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر مبعوث کیا گیا تھا ان سے زیادہ ان کا شرک بڑھ کر ہے، اس کا سبب بالکل واضح ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان مشرکین اولین جو پہلے کے مشرکین تھے ان کے تعلق سے یہ خبر دی کہ جب ان پر معاملات بہت شدت اختیار کر جاتے یعنی وہ بہت

زیادہ مشکلات میں جب پھنس جاتے تو وہ پھر مخلص ہو جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کے سوا پھر کسی کو نہیں پکارتے تھے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اس قسم کی شدید مشکلات سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشائی نہیں کر سکتا۔ فرمان ربانی ہے:

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:67)

(جب تمہیں بحر میں، سمندر میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم تمام معبودات کو بھول جاتے ہو سوائے اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے اور وہ جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دے کر لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور بے شک انسان بہت نا شکرا ہے)

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ﴾ (لقمان:32)

(جب موجیں انہیں ہر طرف سے سائبان کی طرح اور سایوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے یعنی "مخلصین له الدعاء" (دعا کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اور جب اللہ تعالیٰ انہیں بچا لے جاتا ہے خشکی کی طرف تو ان میں سے بہت چند ہی راہ راست پر قائم رہتے ہیں)

اور تیسری آیت میں یہ فرمایا:

﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ (العنکبوت:65)

(اور جب وہ انہیں بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو وہ دوبارہ شرک کرنا شروع کر دیتے ہیں)

چنانچہ جو پہلے کے مشرکین تھے وہ خوش حالی میں تو شرک کیا کرتے تھے اور اپنے بتوں کو اور درختوں کو اور پتھروں کو پکارا کرتے تھے لیکن کب؟ جب کسی شدید مشکل میں پھنستے تھے اور ہلاکت کے بالکل قریب گڑھے تک پہنچ جاتے تھے تو پھر وہ اپنے بتوں کو یا پتھروں کو یا درختوں کو نہیں پکارتے تھے اور نہ کسی مخلوق کو بلکہ اللہ وحدہ (اکیلے) اسی کو

پکارا کرتے تھے۔ لہذا تمہیں اس قسم کی شدید مشکلات سے اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا تو پھر تم کس طریقے سے خوش حالی یا عام حالت میں کسی غیر اللہ کو یعنی اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کو پکارتے ہو۔

جب کہ ہمارے زمانے کے جو مشرکین ہیں یعنی یہ جو متأخرین ہیں، امت محمدیہ کے اندر جن کے اندر یہ شرک واقع ہوا ہے تو ان کا شرک ہمیشہ قائم ودائم رہتا ہے چاہے وہ خوش حالی میں ہوں یا شدت میں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کو اخلاص کے ساتھ پکارتے ہی نہیں ہیں، کسی بھی حالت میں یہاں تک کہ شدت کی حالت میں بھی نہیں، بلکہ جس قدر ان پر شدت اور تنگی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اسی قدر ان کے شرک میں اور ان کے غیر اللہ کو پکارنے میں حسن اور حسین اور عبدالقادر اور رفاعی وغیرہ کو پکارنے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ بات بالکل معروف اور مشہور ہے اور ان کے تعلق سے بہت سے عجائب ذکر کیے جاتے ہیں کہ سمندر میں ایسا ایسا ہو گیا تو فلاں نے یوں مدد کی۔ چنانچہ جب ان پر معاملات تنگ ہو جاتے ہیں، اور شدید مشکل میں اور کشتی بھنور میں پھنس جاتی ہے تو وہ ان اولیاء اور صالحین کے ناموں کی دہائیاں دیتے ہیں، فریادیں کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو چھوڑ کر استغاثہ انہی سے کرتے ہیں (یا غوث! وغیرہ پکار کر)۔

کیوں کہ جو باطل پرست اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والے داعیان ہیں انہوں نے انہیں یہ کہا ہوا ہے کہ ہم تمہیں سمندر سے بچا لیں گے جب بھی تم پھنسو گے، اگر تمہیں مسئلہ درپیش ہو تو ہمارے نام لے کر پکارنا ہم آکر تمہیں بچا لیں گے جیسا کہ روایت کیا جاتا ہے ان کے بہت سے جو صوفیاء ہیں ان کے مختلف طرق کے جو مشائخ ہیں ان کے تعلق سے ایسی بہت سی خرافات مشہور کی جاتی ہیں، اگر آپ چاہیں تو ان کی کتاب ''طبقات الشعرانی'' پڑھ کر دیکھ لیں اس میں ایسی ایسی باتیں ہیں کہ جن سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، جنہیں یہ کرامات اولیاء کا نام دیتے ہیں کہ وہ انہیں سمندر میں جب کشتی پھنس جائے تو بچاتے ہیں۔ یعنی جب وہ سمندر میں پھنستے ہیں اور انہیں پکارتے ہیں تو وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر سمندر سے کشتی بحری بیڑے کے سمیت ان تمام کو نکال لیتے ہیں اور انہیں اٹھا کر خشکی طرف لے آتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی آستین تک گیلی نہیں ہوتی۔ اور اس کے علاوہ دوسرے غلو پر مبنی خرافات اس کے اندر بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کا جو شرک ہے وہ ہمیشہ دائمی شرک ہے چاہے وہ خوش حالی میں ہوں یا بد حالی میں ہوں۔ لہذا یہ پہلے کے مشرکین سے زیادہ بدتر حالت میں ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ چار اہم قواعد اختتام کو پہنچے۔

اور درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد (ﷺ) اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے جس طریقے سے خود شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنی دوسری کتاب ’’کشف الشبہات‘‘ میں ذکر کیا، ایک دوسرا زاویہ یہ بھی ہے کہ ان کا شرک پہلے کے مشرکین سے زیادہ بُرا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے کے جو مشرکین تھے وہ انہیں پکارتے تھے جو نیک صالحین ہوتے تھے، فرشتوں میں سے، انبیاء کرام علیہم السلام یا اولیاؤں میں سے، جب کہ آج کل کے جو مشرکین ہیں وہ ایسے لوگوں کو بھی پکارتے ہیں جو انسانیت میں سب سے زیادہ بدکار اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں اور وہ خود اس بات کا اقرار بھی کر رہے ہوتے ہیں کہ ہمارے جو بڑے ہیں یا پیر ہیں وہ اس قسم کے بُرے انسان ہیں جنہیں یہ قطب، یا غوث کا نام دیتے ہیں اور بتاتے بھی ہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھتے ہیں، وہ روزہ نہیں رکھتے ہیں اور وہ کسی فحاشی سے، زنا سے، لواطت سے پرہیز نہیں کرتے، کیوں کہ ان کے گمان کے مطابق اب ان پر کوئی شرعی تکالیف یعنی فرائض اور مناہی باقی نہیں رہے، اب ان کے لیے کوئی حرام و حلال باقی نہیں رہا، اور یہ حلال و حرام تو صرف عوام کے لیے ہوتا ہے اور وہ اس بات کا خود اعتراف کرتے ہیں کہ ان کے جو سادات ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے اور وہ کسی بھی فحاشی سے پرہیز نہیں کرتے اس کے باوجود وہ ان کی عبادت کرتے ہیں، انہیں پکارتے ہیں اور ایسے لوگوں کی عبادت کرتے ہیں جو لوگوں میں سے سب سے بدتر اور بدکار ہوتے ہیں جیسا کہ حلاج ہے، ابن عربی یا رفاعی یا بدوی وغیرہ ہیں۔

چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے وہ دلیل ذکر کی جس سے معلوم ہوا کہ جو بعد کے مشرکین ہیں ان کا شرک زیادہ بڑا اور زیادہ غلیظ ہے پہلے کے مشرکین سے کیوں کہ جو پہلے کے مشرکین تھے وہ انتہائی شدت کے وقت اور بہت بڑی پریشانی کے وقت مخلص ہو جاتے تھے، اور محض خوش حالی میں اور عام حالت میں شرک کیا کرتے تھے اور آپ رحمہ اللہ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل پکڑی ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (العنکبوت: 65)

(جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو خالص دین کر کے پکارتے ہیں)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد، وآله وصحبه أجمعين.

کتاب قواعد اربع کا تعارف واہمیت

شیخ صالح آل الشیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں: شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (1115-1206ھ) کی کتاب "قواعد اربع" کا مقصد شرک وتوحید کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ اسی طرح سے موحدین اور مشرکین کا حال بیان کرنا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اس شخص کو بصیرت حاصل ہو جو مشرکین کے بارے میں حکم کے تعلق سے تردد کا شکار ہو اور جو اخلاص کا صحیح مفہوم سمجھنا چاہتا ہو۔ اور یہ قواعد کتاب وسنت نیز حال مشرکین عرب ومکہ سے ماخوذ ہیں۔

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: چونکہ بہت سے لوگ شرک وتوحید کی تعریف ہی میں گمراہ ہوتے ہیں اور ان کی تعریفات اپنی اہوا کے مطابق کرتے ہیں۔ جبکہ واجب ہے کہ ان کی صحیح تعریفات وتحدیدات کے لیے کتاب وسنت کی جانب رجوع کیا جائے۔ اور شیخ نے یہ قواعد اپنی طرف سے بیان نہیں فرمائے جیسا کہ آجکل بہت سے لوگ بیان کرتے ہیں بلکہ ان کا اعتماد کتاب وسنت کے دلائل پر ہے۔

اور ان قواعد کو جاننے کی اہمیت اس سے آشکارا ہے کہ توحید وشرک ہی ایک مسلم اور مشرک میں فرق کی اساس ہے اور اسی پر جنتی وجہنمی ہونے کا دارومدار ہے۔ لہذا اسے جاننا نماز، روزہ، زکوۃ وحج وغیرہ کی شرائط، فرائض، ارکان وواجبات جاننے سے زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر کوئی بھی عمل خیر عنداللہ غیر مقبول ہے۔ (شروحات قواعد اربع سے ماخوذ)

توحید خالص ڈاٹ کام

www.tawheedekhaalis.com